هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی!

شرح چندہ پیشگی

سالانہ ہندوستان۔ معاونین۔ عام چندہ۔ ششماہی۔ بیرونجات

صہ/ للعہ/ عہ/ عہ/ ۵ شلنگ

قیمت فی پرچہ ۱/

منیجر: رشید احمد خان احمدی!

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۵ قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۸ وفا ۱۳۱۹ ہش مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۴۰ء

۲۸

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ۲۶ وفا / جولائی سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کی طبیعت ایام زیر اشاعت میں حرارت بخار سے ناساز رہی۔ آج خدا کے فضل سے آرام ہے۔ مگر کمزوری بہت ہے۔ احباب صحت عاجل و سلامتی کامل کے لئے بہت دعائیں کریں۔

(۲) سیدۃ النساء حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

(۳) ۲۵ وفا بروز جمعرات حضور کے ارشاد کے ماتحت روزہ رکھا گیا۔ اور مساجد میں دولت برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعائیں کی گئیں۔

درخواست دعاء: خوت محمد صاحب مانک باجرہ احباب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ ان کی اہلیہ صاحبہ عرصہ ڈیڑھ سال سے سخت بیمار ہیں۔ کسی علاج سے فائدہ نہیں ہوا۔ اب آخری مرحلہ احباب کی دعائیں ہیں۔ سو خدا کے لئے خدا کے حضور دعا فرمادیں۔ کہ شافی مطلق مریضہ کو صحت عطا فرما کر زندگی بخشے۔ آمین۔

ولادت: برادرم شیر محمد صاحب مقیم بلارم دکن لکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ۲۰ جون ۱۹۴۰ء کو فرزند عطا فرمایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے مولود کا نام رفیق احمد رکھا ہے۔ احباب مولود کی درازیٔ عمر اور خادم دین ہونے کی اور زچہ کی صحت و سلامتی کے لئے دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔ شیر محمد صاحب کو مبارک ہو۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هُوَ النَّاصِرُ

میری وصیت

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے قلم سے

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کئی ماہ سے دوستوں کی طرف سے مجھے ایسی خوابوں کی اطلاع آرہی ہے۔ جن میں میری وفات کی خبر انہیں معلوم ہوئی ہے۔ بعض خوابوں میں یہ ذکر بھی ہے۔ کہ صدقے سے یہ امر ٹل سکتا ہے۔

چونکہ خواب میں جو بات دکھائی جائے۔ اسکی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ اسے پورا کیا جائے۔ میں نے ان خوابوں کی بنا پر اس قسم کے صدقات کا بھی انتظام کیا ہے۔ جو بعض لوگوں کو بتائے گئے ہیں۔ اور عام صدقہ کا بھی انتظام کیا ہے۔ مگر چونکہ آخر ہر انسان نے مرنا ہے۔ میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ تقویٰ۔ خدا تعالےٰ پر توکل اور دین کی اشاعت کے لئے اپنے اندر جوش پیدا کریں۔ اور اتحاد جماعت کو کبھی ترک نہ کریں۔

اگر وہ ان باتوں پر قائم رہیں گے۔ اگر قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے۔ اگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر ہمیشہ کان رکھیں گے۔ اور ان کے پیغام کا جواب اپنے دلوں سے دیتے ہوئے دنیا تک اسے پہنچاتے رہیں گے۔ تو اللہ تعالےٰ ہمیشہ ان کا حافظ و ناصر رہیگا۔ اور کبھی دشمن ان کو ہلاک نہ کر سکے گا۔ بلکہ ان کا قدم ہمیشہ آگے ہی آگے پڑیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں۔ کہ میری نیت ہمیشہ سے یہ رہی ہے۔ کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بغیر وصیت کے مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کا حق دیا ہے۔ اس لئے اس کے شکریہ میں نہ کہ مقبرہ بہشتی کی وصیت کے طور پر اپنی جائیداد کا دسواں حصہ خواہ تھوڑا ہو۔ یا بہت ایک حصہ ان اغراض کے لئے جو مقبرہ بہشتی کے قیام کی ہیں۔ وقف کردوں۔ سو اس کے مطابق میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بھی قرضہ کی ادائیگی کے بعد بچے۔ اس کی آمد کا دسواں حصہ میرے ورثاء صدر انجمن احمدیہ کے حوالے کر دیا کریں۔ تاکہ وہ اشاعت اسلام کے کام پر خرچ کیا جائے۔ مگر یہ شکریہ بھی کافی نہیں۔ ایک کام جماعت کا اور بھی ہے۔ جو توجہ کا مستحق ہے۔ اور جس کی طرف جماعت کے احباب اکثر غافل رہتے ہیں۔ اور وہ اس کے غرباء ہیں۔ سو میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد کا ایک اور دسواں حصہ (جو قرض کے ادا کرنے کے بعد بچے) غرباء۔ مساکین۔ یتامیٰ اور بیواؤں کے لئے وقف ہوگا۔ پس میری جائیداد کی جو بھی آمد ہو۔ کم یا زیادہ اس میں سے دسواں حصہ سلسلہ کے مساکین۔ غرباء۔ یتامیٰ اور بیواؤں کی امداد کے لئے خرچ کیا جائے۔ اس رقم کو خرچ کرنے کے لئے میں ایک کمیٹی تجویز کرتا ہوں۔ جس میں دو نمائندے میرے ورثاء کی طرف سے ہوں۔ اور ایک خلیفۂ وقت کی طرف سے۔ وہ باہمی مشورہ سے مذکورہ مستحقین پر اس رقم کو خرچ کریں۔ اگر کبھی اختلاف ہو۔ تو خلیفۂ وقت کا فیصلہ اس بارہ میں ناطق ہوگا۔

میں اپنی اولاد سے امید کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی زندگیوں کو دین کے لئے خرچ کریں گے۔ ......

ترقیات کو دین کی ضرورتوں پر قربان کرینگے۔

میرا ارادہ اپنی بقیہ جائیداد کو وقف علی الاولاد کرنے کا ہے۔ جس کے لئے میں الگ قواعد مقرر کروں گا۔ اس صورت میں اگر کسی وقت میری اولاد باقی نہ رہے۔ یا میری جائیداد سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ تو کل جائیداد یا اس کا کوئی جزو جس پر بھی اس کا اثر ہو۔ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف ہو جائے گی۔

خدا تعالیٰ ہمارا انجام بخیر کرے۔ اور ہمیں اپنی رضا پر چلنے کی توفیق دے۔ اور ہمارا مرنا۔ جینا اسی کے لئے ہو۔ آمین اللہم آمین۔

خاکسار مرزا محمود احمد۔ ۲۳ ماہ وفا ۱۳۱۹ ہش

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی وصیت اور مرکزی جماعت

مندرجہ بالا وصیت جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی شائع کی گئی ہے۔ اس نے یکایک مرکزی جماعت پر جو اثر کیا۔ وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ کہ تمام افراد جماعت ذکور واناث کے دل بے چین ہو کر سب کی سب جماعت مضطرب ہو گئی۔ اور مجسم التجا بن کر خدا کے آستانہ پر گر گئی۔ ہر فرد کی طرف سے صدقات دیئے جا رہے ہیں۔ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ تاکہ خدا کا فضل اور رحمت نازل ہو کر حضور کی سلامتی ہو۔ جمعرات کو خود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دو بکرے صدقہ کئے۔ احمدی تاجران قادیان نے ۶۵ روپے جمع کر کے ایک جانور ذبح کر کے غرباء میں تقسیم کیا۔ علاوہ ازیں پلاؤ کی دیگیں پکوا کر مساکین و یتامیٰ و غرباء کو کھلائی گئیں۔ کارکنان تحریک جدید و مجاہدین نے دو بکرے صدقہ کئے۔ دیگر احمدی محلہ جات کی طرف سے صدقات کئے جا رہے ہیں۔ اور فرداً فرداً بعض احباب نے بھی صدقہ کیا۔ جن رویا کی بناء پر حضور نے یہ وصیت فرمائی ہے۔ ان میں چونکہ یہ اشارہ ہے۔ کہ صدقہ کے ذریعہ یہ امر ٹل سکتا ہے۔ اس لئے ہر مخلص احمدی بلا تحریک غیرے صدقہ دینے کے لئے آمادہ ہے۔ اور دے رہا ہے۔ اور یہ صدقہ نہ صرف مالی ہی ہونا چاہیئے بلکہ ہر احمدی کو علاوہ مالی صدقہ کے یہ عہد بھی کرنا چاہیئے کہ وہ اس بابرکت وجود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے ہر ارشاد کی دل و جان سے تعمیل کرے گا۔ اور حضور کے ہر ارشاد پر اپنے آرام و آسائش اور ذاتی فوائد کو قربان کر کے تعمیل ارشاد میں

اللہ تعالیٰ نے غیب سے سامان فرمادیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اخبار میں پڑھا۔ کہ تحریک جدید کے جلسے کی تاریخ ۱۱ اگست ۱۹۴۰ء ہے۔ اور اس تاریخ سے قبل نہ صرف عورتوں مردوں اور بچوں کے جلسے الگ الگ ہوں۔ اور ۱۱ اگست کو سب کا مشترکہ جلسہ کیا جائے۔ اور ہر جماعت میں جلسہ کر کے تحریک جدید کے مطالبات احباب کے ذہن نشین کئے جاویں۔ تا احباب قربانیوں میں قدم آگے بڑھائیں۔

تحریک جدید کے وعدے جو احباب نے کئے ہیں۔ "وہ بھی پورے کے پورے ادا ہو جائیں۔ یا کم سے کم اس کا بڑا حصہ ادا ہو جائے"۔

انسپکٹر راجہ محمد نواز خاں صاحب گوجرہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے دل میں خواہش ہوئی کہ تحریک جدید کا چندہ ۱۱ اگست تک ادا کرنا ضروری ہے۔ مگر میرے لئے بعض روکیں تھیں ان میں سے ایک یہ کہ محکمہ کے ذمہ ۱۹۳۹ء سے میرا مطالبہ آ رہا تھا۔ مجھے اس کے متعلق تردد تھا۔ کہ شاید جلد معاملہ صاف نہ ہو۔ اور میں اس وجہ سے حسب منشا اپنے چندے میں اضافہ کر کے سابقون الاولون میں نہ آ سکوں۔ دل میں دعائیں کر رہا تھا۔ اور اسی اثناء میں آپ کی چٹھی ملی۔ اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسا سامان فرمایا۔ کہ آپ کے خط کے ساتھ ہی محکمہ سے میرا سارا روپیہ مطالبہ کا مل گیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ اس لئے میں آج نہ صرف سال ششم کا چندہ ہی ارسال کر رہا ہوں۔ بلکہ سال پنجم کے -/۵۰ اور اس سے پہلے سالوں کے اضافہ کے -/۱۴ اور سال ششم کا -/۱/۵۰ بھی بذریعہ بیمہ بھیج رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے منشاء مبارک کے ماتحت اپنا حساب سابقون الاولون والا ارسال کرتا ہوں۔ حضرت کے حضور دعا کی درخواست کریں۔ اور ساتھ ہی اس کے سال ہفتم کا وعدہ -/۲/۵۰ کا بھی پیش کر کے حضور کی منظوری سے اطلاع کریں۔ میں نے آپ کا یہ روپیہ بتفصیل بالا اور سال ہفتم کا وعدہ پیش کر کے دعا کی درخواست کی ہے۔ حضور نے آپ کو جزاکم اللہ احسن الجزاء فرمایا۔ اور وعدے کی منظوری فرمادی۔

تحریک جدید کا وعدہ کرنے والا ہر دوست پوری جدوجہد کرے اور ایسا ماحول پیدا کرے کہ اس کا وعدہ ۱۱ اگست تک سو فی صدی پورا ہو جائے۔

ڈاکٹر غلام احمد صاحب دہلی حال حیدر آباد دکن سے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے ایک معاملہ میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

میں نے اس سال تحریک جدید کے لئے پچیس روپیہ کا وعدہ کیا تھا۔ (یہ وعدہ ادا کر دیا ہے) اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی تھی۔ کہ مجھے توفیق عطا فرما۔ کہ اس میں اضافہ کر سکوں۔ یہاں آنے پر میں نے نیت کی۔ (حضور کی مجلس مشاورت والی تقریر پر کہ اس سال وعدوں میں گذشتہ سال سے کمی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ وہ اضافہ کر کے اس کمی کو پورا کریں) کہ اگر میری آمدنی تین سو روپیہ ہوئی۔ تو میں پچھتر روپے کا اضافہ کروں گا۔ پچھلے سال ایک سو روپے دیئے تھے۔ اب اس خیال سے وعدہ میں اضافہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے پچھتر روپیہ کا اضافہ کرتا ہوں۔ چونکہ خدا کے فضل و کرم سے جون کے مہینے میں آمدن تین سو روپیہ کے قریب ہوئی ہے۔ اس لئے میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ رقم ۱۱ اگست سے پہلے پہلے حضور کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ حضور دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز گنہگار کو بڑھ چڑھ کر راہ خدا میں قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے دعا فرمائی۔ کہ "اللہ تعالیٰ کامیاب کرے"۔ جن احباب نے اپنی طاقت سے کم چندہ تحریک جدید لکھوایا ہے۔ یا اسے ادا کر دیا ہے۔ یا ادا کرنا ہے۔ انہیں اپنے وعدوں میں اضافہ کر کے گذشتہ سال کی کمی کو نہ صرف پورا کرنا چاہیئے۔ بلکہ گذشتہ سال سے بڑھانا چاہیئے۔ کیونکہ مومن کا قدم ہر سال آگے پڑتا ہے۔ نہ کہ پیچھے۔ اور کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ان کے وعدہ بھی ۱۱ اگست تک سو فی صدی پورے ہو جائیں۔ تا ۱۵ اگست کے بعد جو فہرست دعا کی حضور کی خدمت میں پیش ہونے والی ہے۔ اس میں آپ کا نام بھی آ جائے۔ اور حضور آپ کے لئے دعا فرمادیں۔

والسلام۔ خاکسار برکت علی خاں فنانشل سیکرٹری تحریک جدید۔

احمدی مجبو! مبارک ہو

حمائل شریف بطرز یسرنا القرآن مترجم جس کا لفظی ترجمہ علامہ جناب حافظ روشن علی صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا۔ جس کا پہلا ایڈیشن کئی سال سے ختم ہو گیا تھا۔ اور مدت سے دوست اس مترجم حمائل شریف کے متلاشی اور انتظار میں تھے۔ لہذا ان کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اس کا دوسرا ایڈیشن نہایت عمدگی سے کتابت اور چھپائی اور سفید بڑھیا کاغذ لگا کر چھاپا گیا ہے۔ اور جس کی جلد پر سنہری ٹھپہ ہے جس کی پہلے قیمت تین روپیہ تھی۔ اب باوجود گرانی کاغذ کے اصل قیمت ؏ ہے۔ اور صرف یکم اگست ۱۹۴۰ء سے ۱۵ ستمبر ۱۹۴۰ء تک یعنی ۱½ ماہ کے لئے رعایت ہے۔ رعایتی قیمت ایک روپیہ تین آنے ہے احباب جلدی سے خرید لیں۔ ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔

قرآن مجید مترجم مع تفسیری نوٹ

قرآن مجید مترجم مجلد بڑا سائز جس کا ترجمہ لفظی اور بطرز یسرنا القرآن ہے۔ جو کہ منظور شدہ نظارت تالیف و تصنیف ہے۔ جس کی جلد پر سنہری ٹھپہ ہے۔ جس کا ہدیہ پہلے مبلغ دو روپے تھا۔ اب باوجود گرانی کاغذ کے صرف ایک روپیہ سات آنہ۔ اعلیٰ کاغذ جلد عمرا کو قیمت تین روپیہ۔ اور بڑھیا کاغذ جلد خالص چمڑہ تین روپے آٹھ آنہ۔ رنگین کاغذ مجلد جس کی جلد پر سنہری ٹھپہ ہے۔ جس کا ہدیہ پہلے مبلغ دو روپے چار آنہ تھا۔ اب صرف بعض احباب کی فرمائش پر ۱۲/ کر دیا ہے۔ تاکہ غریب بھی خرید سکیں۔

حمائل شریف مترجم۔ جس کا علامہ سید محمد سرور شاہ صاحب نے بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ جس کی جلد پر سنہری ٹھپہ ہے۔ ہدیہ رنگین کاغذ ۱۵/ اور سفید بڑھیا کاغذ ؏ چند نسخے موجود ہیں۔

حمائل شریف مصری بطرز یسرنا القرآن قیمت ؏ مجلد عکسی حمائل شریف جس کی جلد ولایتی ہے۔ جس کے کنارے سنہری جس کی جلد پر سنہری ٹھپہ۔ ہدیہ صرف ایک روپیہ۔ یہی عکسی حمائل شریف درمیانی جلد ۹/ اور معمولی جلد ۸/ **محقق** بجائے ؏ کے ؏ صرف آٹھ نسخے ہیں۔ سلسلہ کتب اسلام ہر پنج حصہ جو کہ منظور شدہ نظارت تالیف و تصنیف و منظور کردہ نظارت تعلیم و تربیت ہے۔ اور یہ کتابیں مدرسہ احمدیہ قادیان اور گرلز ہائی اسکول قادیان میں پڑھائی جاتی ہیں۔ مکمل سٹ ؏ مجلد ؏۔ ان کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ ماہ وفا ۱۳۱۹ھ | نمبر ۲۸

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء

قبولیتِ دعاء کے خلاف ایک ٹریکٹ کا جواب

فرمودہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مجھے پرسوں

ایک ٹریکٹ

بھجوایا گیا ہے۔ جس میں میری اس تقریر پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ جو میں نے گزشتہ دنوں موجودہ جنگ کے متعلق کی تھی۔ اور جس میں میں نے ذکر کیا تھا۔ کہ اگر انگریز سچے دل سے توحید کا اقرار کرکے مجھ سے دعا کی درخواست کریں۔ تو اللہ تعالےٰ ان مصیبت کے ایام کو ان کے سروں پر سے ٹال دے گا۔ اور ان کی فتح اور نصرت کے سامان پیدا کر دیگا۔ یہ

خدا تعالیٰ کی قدرت

کہ پچھلے جمعہ کے خطبہ میں ہی ان اعتراضات کا اصولی جواب آ چکا ہے۔ تاہم میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ آج بھی اسی سلسلہ میں بعض ایسے امور جو دعا کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ بیان کر دوں۔ اس

ٹریکٹ کا لکھنے والا

ایک ایسا شخص ہے۔ جو دین سے قطعاً ناواقف ہے۔ اور اس کو خدائی احکام یا خدائی سنتوں سے کوئی آگاہی اور واقفیت نہیں۔ اس نے اپنے اس ٹریکٹ میں چند واقعات ایسے گنائے ہیں۔ جن کے متعلق اس کا خیال ہے۔ کہ ان کے بارے میں میری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ مگر وہ واقعات اس قسم کے ہیں۔ کہ ان کے بارے میں اس نے پہلے آپ ہی یہ فرض کر لیا ہے۔ کہ ان کے متعلق میں نے دعائیں کیں۔ اور پھر آپ ہی یہ فرض کر لیا ہے۔ کہ میری وہ دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ اور پھر آپ ہی یہ نتیجہ نکال لیا ہے۔ کہ چونکہ ان امور کے متعلق میری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ اس لئے میرا یہ دعویٰ کرنا کہ اگر انگریز

توحید کا اقرار

کرکے مجھ سے دعا کی درخواست کریں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا۔ بالکل غلط ہے یہ تو الٰہی تقدیر ہے۔ کہ ان اعتراضات کے شائع ہونے سے پہلے ہی اصولی رنگ میں میری طرف سے ان

وساوس کا جواب

دیا جا چکا ہے۔ چنانچہ میں یہ امر کھول کر بیان کر چکا ہوں۔ کہ کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ اسکی فلاں دعا ضرور قبول ہوگی۔ یہ معنے نہیں رکھتا۔ کہ اسکی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھی یہی اعتراض ہوا۔ کہ تم جو کہتے ہو۔ کہ اگر میں دعا کروں۔ تو اس طرح ہو جائے۔ اگر اپنے اندر

کوئی حقیقت

رکھتا ہے۔ تو تم پر فلاں مصیبت کیوں آئی۔ اور تمہارے فلاں رشتہ دار کو کیوں تکلیف پہنچی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس اعتراض کا یہی جواب دیا۔ کہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ جب خدا تعالےٰ کی کوئی تقدیر مجھے معلوم ہوتی ہے۔ تو میں کہہ دیتا ہوں۔ کہ ایسا ہو جائے گا۔ اور جب معلوم نہیں ہوتی۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ یہ امر اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ وہ اگر چاہے۔ تو دعا قبول کرے۔ اور اگر چاہے۔ تو رد کر دے۔ پس اگر یہی بات صحیح ہو۔ کہ دعاؤں کی قبولیت کا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے۔ جس کی ہر دعا قبول ہو۔ یا جس پر کبھی کوئی مصیبت اور بلا نازل نہ ہو۔ تو ایسا شخص انبیاء میں بھی کوئی نظر نہیں آ سکتا۔

اول تو ٹریکٹ لکھنے والے نے جو مثالیں دی ہیں۔ ان میں سے سوائے ایک کے کوئی امر ایسا نہیں جس کے متعلق میں نے یہ بھی کہا ہو۔ کہ میں نے اس کے متعلق دعا کی ہے۔ صرف اس نے قیاس کر لیا ہے کہ چونکہ جماعت پر فلاں وقت فلاں مصیبت آئی۔ اس لئے تم نے ضرور اس کے متعلق دعا کی ہوگی۔ حالانکہ دعا بالکل اور چیز ہوتی ہے۔ اور توجہ الی اللہ اور چیز ہے۔

بندہ جب بھی کوئی مشکل دیکھتا ہے۔ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا اور اس سے درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ اس کی مشکل کو دور فرما دے۔ مگر اسے دعا نہیں کہتے۔ بلکہ اسے انابت کہتے ہیں۔ دُعا تو وہ ہوتی ہے۔ جس کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ "جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جائے"۔ یہ دعا ہر روز نہیں ہوتی۔ اور نہ ہر بات کے متعلق ہوتی ہے۔ مگر لوگوں نے اپنی نادانی اور حماقت کی وجہ سے

دُعا کی حقیقت

کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ محض سجدے میں اپنا سر جھکا دینا اور کہنا کہ خدایا فلاں مصیبت ٹل جائے۔ یا فلاں بیمار اچھا ہو جائے۔ یہ دعا ہے۔ حالانکہ یہ دعا نہیں۔ بلکہ یہ ایک انابت ہے یہ ایک عبادت ہے۔ اور اس سے زیادہ اسکی کوئی حیثیت نہیں۔ بندے کا فرض ہے۔ کہ جب بھی وہ کوئی مصیبت دیکھے۔ خدا تعالےٰ کے حضور جھکے اور اس کے آگے

عاجزی اور انکسار

کا اظہار کرتے ہوئے التجا کرے۔ کہ وہ اس مصیبت کو دور کر دے۔ مگر دُعا کی کیفیت تو انسان پر ایسی حاوی ہوتی اور اس کے رگ و ریشہ اور جسم اور روح کے ذرہ ذرہ پر ایسی طاری ہوتی ہے۔ کہ کسی دوسری طرف انسان کو توجہ ہی نہیں ہوتی۔ اگر ہر امر کے متعلق انسان دعا مانگنے لگے۔ تو پھر تو شاید

سال بھر میں صرف ایک دن

کی ضرورتوں کے متعلق ہی دعا کی جا سکے۔ امتِ محمدیہ کے تمام بزرگ کہتے چلے آئے ہیں۔ کہ جو کچھ مانگنا ہو۔ اپنے خدا سے مانگو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی بعض بزرگوں نے لکھا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ اگر تمہیں اپنی جوتی کے تسمہ کی بھی ضرورت ہو۔ تو خدا سے طلب کرو۔ اس نقطۂ نگاہ کے ماتحت غور کر کے دیکھ لو۔ کہ دن رات میں کتنی ضرورتیں ہیں۔ جو انسان کو پیش آتی ہیں۔ اور کتنی دفعہ اسے خدا تعالےٰ سے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ اسکی ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ ایک مکھی اگر انسان کے جسم پر بیٹھ جائے۔ تب بھی اس اصول کے مطابق ہم خدا سے یہی کہیں گے۔ کہ وہ اسے ہٹائے۔ اگر چیونٹیاں کسی کھانے کی چیز کو چمٹی ہوئی ہوں گی۔ تو ہم خدا سے ہی کہیں گے۔ کہ وہ ان چیونٹیوں کو دور کر دے۔ اگر دھوپ کی شعاعیں ہمارے مکان کو نقصان پہنچا رہی ہوں گی۔ تو ہم اس دھوپ کی ہر شعاع سے خدا کی ہی پناہ طلب کریں گے۔ اور اگر بارش کثرت سے برسنے لگے۔ اور وہ

ہمارے لئے نقصان کا موجب

بن جائے۔ تو بارش کے ہر قطرے سے بھی ہم اللہ تعالیٰ کی ہی پناہ طلب کریں گے۔ اسی طرح کھانے کے متعلق پینے کے متعلق۔ بیوی بچوں کے متعلق۔ پڑھائی کے متعلق۔ گھر کی صفائی کے متعلق۔ رشتہ داروں اور دوستوں کے متعلق رشتہ داروں کے متعلق غرض بیسیوں امور کے متعلق ہمیں روزانہ ضروریات پیش آتی رہتی ہیں۔ اور سینکڑوں واقعات ایسے سامنے آ جاتے ہیں۔ کہ ہم اپنے ایمان کی بنا پر مجبور ہوتے ہیں۔ کہ ان کے بارہ میں خدا تعالیٰ سے استعانت طلب کریں۔ اب اگر ان امور میں سے ہر امر کے متعلق اسی قسم کی دعا کی جائے۔ جو ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ تو صرف ایک دن کے کاموں کے لئے ہی بعض دفعہ سال بھر کی دعا کی ضرورت ہوگی۔ پس

دعا اور چیز ہے اور انابت اور چیز

روزانہ اپنی پیش آمدہ ضروریات کے لئے جب انسان خدا تعالےٰ کے حضور جھکتا ہے۔ تو گو اس کے دل میں یہ یقین اور توکل ہوتا ہے۔ کہ کام سب خدا نے ہی کرنے ہیں۔ لیکن وہ ان کو اتنا اہم نہیں سمجھتا۔ کہ خدا تعالےٰ کے دامن کو پکڑ لے۔ اور کہے کہ میں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک میرا مقصد پورا نہ ہو لے۔ اور دعا در اصل یہی ہوتی ہے۔ کہ جب کوئی امر انسان خدا تعالیٰ سے منوانا چاہے۔ تو پھر اس وقت تک ہٹے نہیں جبتک خدا تعالیٰ اسکی مراد کو پورا نہ کر دے۔ پس یہ

ایک شدید غلطی

ہے۔ جو عام طور پر لوگوں کے اندر پائی جاتی ہے۔ کہ وہ دعا اور انابت میں فرق نہیں کرتے۔ قرآن کریم نے بھی دُعا اور انابت کو الگ الگ رکھا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر تو فرماتا ہے۔ کہ انیبوا الیٰ ربکم (الزمر ع ۶) اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ ادعونی استجب لکم (المومن ع ۶) انابت ہمارے دل میں ہر وقت ہوتی ہے۔ اور ہم ہر وقت اس سے کام لے سکتے ہیں۔ مثلاً ہمیں پیاس لگتی ہے۔ تو ہم دل میں کہتے ہیں۔ کہ اللہ میاں آپ ہی ہمیں پانی پلا سکتے ہیں۔ حالانکہ نوکر بھی موجود ہوتا ہے۔ اور پانی بھی گھڑوں میں موجود ہوتا ہے۔ اور ہم نوکر کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لانے کے لئے کہہ بھی دیتے ہیں۔ ہم کیوں دل میں کہتے ہیں۔ کہ اے اللہ تو ہی پانی پلا سکتا ہے۔ اس لئے تو ہی مجھے پانی پلا۔ اس لئے کہ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ نوکر بھی اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے۔ اور وہ اگر پانی پلائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کے منشاء کے ماتحت ہی پلائے گا۔ یا اگر نوکر نہ ہو۔ اور بیوی موجود ہو۔ یا بیوی بھی فوت ہو چکی ہو۔ اور کوئی بچہ موجود ہو۔ تو ہم اسی کو کہہ دیں گے۔ کہ ہمیں پانی پلانا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہمارے دل میں یہ یقین ہوگا۔ کہ پانی پلانے والا خدا ہی ہے۔ اگر وہ نہ چاہے۔ تو بیوی بچوں یا نوکروں کی کیا طاقت ہے۔ کہ کسی کو پانی کا ایک گھونٹ بھی دے سکیں۔ پس ایسی حالت میں یہی ہوتا ہے۔ کہ ایک طرف ہم اپنے کسی نوکر یا بیوی بچے کو آواز دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر لیتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ فضل نازل کرنے والا وہی ہے۔ مگر ہم یہ نہیں کرتے۔ کہ سجدے میں گر جائیں۔ اور کہیں کہ ہم اس وقت تک اپنا سر نہیں اٹھائیں گے۔ جب تک خدا ہمیں پانی نہیں پلائے گا۔ یہ انابت بعض دفعہ ایک سیکنڈ کی ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ کچھ زیادہ وقت بھی لے لیتی ہے۔ مگر بہر حال اس کا سلسلہ صبح سے شام تک ہمارے تمام کاموں میں چلتا ہے۔ لیکن دعا بہت بڑا وقت چاہتی ہے لبا اوقات وہ سالوں چاہتی ہے۔ لبا اوقات مہینوں چاہتی ہے۔ لبا اوقات ہفتوں چاہتی ہے۔ لبا اوقات دنوں چاہتی ہے۔ اور لبا اوقات گھنٹوں چاہتی ہے۔ اور کبھی جب وہ دعا اللہ تعالیٰ کے الہام کے ماتحت ہوتی ہے۔ تو منٹوں میں بھی قبول ہو جاتی ہے۔ ایسے موقعہ پر اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے۔ کہ میرا بندہ منہ سے ایک فقرہ کہہ دے۔ میں خود اسے قبول کر لوں گا۔ اور درحقیقت یہ بھی دعا نہیں ہوتی۔ بلکہ

ایک ناز

ہوتا ہے۔ ویسا ہی ناز جیسے عاشق اور معشوق کے درمیان ہوتا ہے۔ یا جیسے بچوں کے متعلق بعض دفعہ ماں باپ چاہتے ہیں۔ کہ انہیں مٹھائی کی ڈلی یا کھانے کے لئے کوئی پھل دے دیں۔ مگر وہ چاہتے ہیں۔ کہ بچہ اپنی زبان سے چیز مانگے چنانچہ وہ مٹھائی کی ڈلی یا پھل اسے دکھا کر کہتے ہیں۔ کہ کہو یہ ہمیں دے دو۔ اور مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ بچہ ادھر مانگے۔ اور ادھر اسے دے دیا جائے۔ ایسی حالت میں بچہ بعض دفعہ ضد کر کے نہیں مانگتا۔ تو ماں باپ اصرار کرتے چلے جاتے ہیں۔ کہ نہیں، ضرور مانگو۔ کیونکہ ان کا اپنا دل چاہتا ہے۔ کہ بچہ مانگے۔ اور وہ دیں۔ اسی طرح کبھی اللہ تعالیٰ کا بھی دل چاہتا ہے۔ کہ اس کا بندہ اس سے مانگے۔ اور وہ کہتا ہے۔ اے میرے بندے مجھ سے مانگ تا تجھے دوں۔ چنانچہ منہ سے نکالنے کی دیر ہوتی ہے۔ کہ بندے کو اس کی مانگی ہوئی چیز مل جاتی ہے۔

پس ایک ہوتی ہے انابت۔ ایک ہوتا ہے ناز۔ اور ایک ہوتی ہے دُعا۔ انابت توکل کا ایک حصہ ہے۔ اور یہ ہر وقت مومن کے ساتھ رہتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کے دل میں انابت نہ ہو۔ تو وہ مومن ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر اسے پیاس لگتی ہے۔ تو اس انابت کی وجہ سے اسے یقین ہوتا ہے۔ کہ خدا ہی پانی پلائیگا۔ بھوک لگتی ہے۔ تو اسے یقین ہوتا ہے۔ کہ خدا ہی کھانا کھلائے گا۔ مکان کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اسے یقین ہوتا ہے۔ کہ خدا ہی مکان مہیا کرے گا۔ کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اسے یقین ہوتا ہے۔ کہ خدا ہی اسے کپڑے پہنائے گا۔ بے شک وہ کئی کاموں میں بیوی سے بھی مدد لیتا ہے۔ مثلاً وہ بیوی سے کھانا پکواتا ہے۔ کپڑے سلواتا ہے۔ پانی پینے کی ضرورت ہو۔ تو اسے کہتا ہے۔ کہ پانی لا دو۔ اور اسی طرح بیوی کے بہت سے کام یہ کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ اس بات پر بھی یقین رکھتا ہے۔ کہ بیوی کی زندگی خدا کے اختیار میں ہے۔ میرے اختیار میں نہیں۔ اگر بیوی کو وہ وفات دیدے۔ تو میں اسے کس طرح زندہ کر سکتا ہوں۔ یا فرض کرو۔ بیوی کو مجھ سے

شدید نفرت

ہو جائے۔ وہ قاضی کے پاس خلع کی درخواست کر دے۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ ایسی حالت میں بالکل ممکن ہے۔ کہ خاوند کہے۔ کہ کھانا تیار کرو۔ اور بیوی کہے۔ کہ کھانا کیسا؟ میں تو قاضی کے پاس خلع کی درخواست دے کر چلی ہوں۔

پس چونکہ تمام سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور وہی ہر کام کے لئے اسباب مہیا کرتا ہے۔ اس لئے مومن ہر مشکل کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے۔ اور اس سے اپنی مصیبت کے دُور ہونے کی التجا کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ ظاہری سامانوں سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے۔ لیکن بہر حال

یہ انابت ہوتی ہے

دُعا نہیں ہوتی۔

پس اول تو یہ نادان شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے سمجھتے ہی نہیں۔ کہ دعا کیا چیز ہوتی ہے؟ پھر اسی ناواقفیت کی وجہ سے وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ انسان کی ہر دعا ضرور قبول ہونی چاہیئے۔ حالانکہ اگر یہ اصول درست ہو۔ کہ ہر مشکل کے وقت جب کوئی شخص دعا کرے۔ تو اسکی دعا کو ضرور قبول ہو جانا چاہیئے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ آج تک کوئی نبی بھی

قبولیت کے مقام پر

کھڑا نہیں ہوا۔ آخر سوچنا چاہیئے۔ کہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو مشکلات پیش آئی تھیں۔ یا نہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جنگل میں وفات پا گئے۔ جس کے سامنے وہ موعود ملک تھا۔ جس کے متعلق خدا کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ تھا۔ کہ اس میں تو اور تیری قوم داخل ہوگی۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ملک میں داخل ہونے کے متعلق دعائیں نہیں کی ہوں گی۔ یقیناً کی ہوں گی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وہ دعائیں قبول نہ ہوئیں۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ایک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر یہ تھی۔ کہ ان کے بھائی ان کی مخالفت کریں گے۔ تو کیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعائیں نہیں کی ہوں گی۔ کہ میرے بچے یوسف ع کی مخالفت نہ کریں۔ اور خدا ان کو

تقوےٰ و طہارت

اور پاکیزگی سے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مگر کیا یہ دعا قبول ہوئی؟ اور کیا انہی بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو شدید تکالیف نہیں پہنچائیں۔

پھر انجیل میں صاف لکھا ہے۔ کہ صلیب دیئے جانے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام رات اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے رہے کہ:۔

”اے میرے باپ! اگر ہو سکے۔ تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔“ (متی ۲۶/۳۹)

مگر یہ پیالہ ٹلا تو نہ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں نے صلیب پر لٹکا ہی دیا۔ پھر خود

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بچے فوت ہوئے

کیا اس قسم کے لوگ کہہ سکتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لئے دعائیں نہیں کی ہوں گی۔ آپؐ کو اپنی اولاد سے جو محبت تھی۔ اور آپ کے دل میں ان کے متعلق جس قسم کا درد پایا جاتا تھا۔ اس کا پتہ اس سے لگ سکتا ہے۔ کہ جب ابراہیم جو آپ کی نرینہ اولاد میں سے سب سے آخری بچہ تھا۔ فوت ہؤا۔ تو آپؐ نے اسکی لاش کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر آپؐ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ جا اپنے بھائی عثمانؓ بن مظعون کے پاس۔ حضرت عثمان رضؓ بن مظعون ایک صحابی تھے۔ جو سترہ اٹھارہ سال بلکہ اس سے بھی کم عمر میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائے۔ ان کے ماں باپ ان کے شدید مخالف ہو گئے۔ اتنے شدید کہ ان کی ماں ان کے ہاتھ سے پانی تک نہیں پیتی تھی۔ مگر باوجود اس شدید محبت کے جو انہیں اپنی والدہ کے ساتھ تھی۔ انہوں نے

اسلام چھوڑنا گوارا نہ کیا

آخر ان کے ماں باپ نے انہیں اپنے گھر سے نکال دیا۔ اور کہہ دیا۔ کہ جب تک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو نہیں چھوڑو گے۔ ہم تجھے اپنے گھر میں نہیں آنے دیں گے۔ انہوں نے خوشی سے اپنے گھر کو چھوڑ دیا۔ اور کہہ دیا۔ کہ مجھے اسکی کوئی پروا نہیں۔ میرا باپ بھی محمدؐ ہے۔ اور میری ماں بھی محمد ہے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور ایک مجلس میں اسلامی تعلیم کی تائید میں بول کر ایسی مار کھائی۔ کہ آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ ان کی اس قربانی کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان سے بہت محبت تھی۔ اور آپؐ انہیں اپنے بچوں جیسا عزیز سمجھتے تھے۔ بعد میں وہ ایک جنگ میں شہید ہو گئے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیٹا ابراہیم ؑ فوت ہؤا۔ تو آپؐ نے انہی عثمان بن مظعون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جا اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے پاس۔

غرض بعض روایات کے مطابق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گیارہ بچے فوت ہوئے۔ اور لازماً ہر بچہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعائیں کی ہوں گی۔ مگر آخر

اللہ تعالیٰ کی مشیت

غالب آئی اور وہی ہؤا۔ جو اس نے چاہا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ قبرستان کے پاس سے گزر رہے تھے۔ کہ آپؐ نے ایک بڑھیا کو دیکھا۔ کہ وہ ایک قبر پر بیٹھی مٹی ڈال رہی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے قریب گئے۔ اور فرمایا۔ بڑھیا کیا ہؤا۔ اس نے کہا۔ میرا بچہ فوت ہو گیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ بڑھیا۔ صبر کرو۔ خدا کی یہی مشیت تھی۔ بڑھیا نے شدتِ غم میں آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ کہ کون شخص اس سے باتیں کر رہا ہے۔ اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ ایسی حالت میں انسان کی آنکھوں میں آنسو آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے سر کو جھکائے ہوئے ہوتا ہے۔ اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہچانا نہیں تھا۔ کہنے لگی میاں دوسروں کے لئے نصیحت ہوتی ہے۔ ورنہ جس کے دل کو لگتی ہے۔ وہی جانتا ہے۔ کہ یہ صدمہ کتنا سخت ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ مائی میرے گیارہ بچے فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ کہہ کر آپ اپنے مکان کی طرف تشریف لے گئے۔ بعد ہی کسی نے اسے بتایا۔ کہ بدبخت وہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ وہ یہ سنتے ہی دوڑتی ہوئی آپؐ کے پاس پہنچی۔ اور کہنے لگی۔ یا رسول اللہ۔ میں نے صبر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ الصبر لاول وهلة۔ صبر تو وہی ہے۔ جو شروع میں کیا جائے۔ ورنہ رو دھو کر تو سب کو صبر آجاتا ہے۔

ایک دفعہ آپ کا ایک نواسا فوت ہو گیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اسے دیکھا۔ تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے۔ ایک صحابی کہنے لگا۔ یا رسول اللہ آپؐ تو دوسروں کو صبر کی تلقین کیا کرتے ہیں۔ اور خود روتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ میری آنکھیں روتی ہیں۔ اور یہ رحمت کی علامت ہے۔ اگر تمہارا دل خدا تعالےٰ نے سخت بنا دیا ہے۔ تو میں کیا کروں۔

غرض درد آپؐ کے دل میں بھی تھا۔ اور اس وجہ سے کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بچوں کے لئے دعائیں نہیں کی ہونگی۔ مگر باوجود اس کے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان بچوں کے لئے دعائیں کیں۔ آپؐ کے گیارہ بچے فوت ہو گئے (روایات میں اختلاف ہے۔ بعض میں کم تعداد کا ذکر ہے)

اس ٹریکٹ کے لکھنے والے نے میری بھی گیارہ دعائیں ایسی شمار کی ہیں۔ جو اس کے خیال میں قبول نہیں ہوئیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھی گیارہ بچے ہی فوت ہوئے تھے۔ اب کیا یہ کہا جائے گا۔ کہ آپؐ نے ان کے متعلق دعائیں نہیں کی تھیں۔ یا یہ کہا جائے گا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعائیں تو کیں مگر قبول نہ ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کی بیماری میں ان کی صحت کے لئے کتنی دعائیں کیں۔ ہمارے سلسلہ کے اخبارات کے فائل اس پر گواہ ہیں۔ مگر کیا مولوی عبد الکریم صاحب تندرست ہو گئے؟ اور کیا اس کے باوجود آپ نے دنیا کو چیلنج دیا ہے۔ یا نہیں کہ مجھے

قبولیت دعا کا معجزہ

دیا گیا ہے۔ اور اس نشان میں میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اب کیا کوئی مخالف اگر یہی بات پیش کرے کہ جب مولوی عبد الکریم صاحب کے متعلق آپ کی دعا قبول نہ ہوئی۔ تو آپ نے قبولیت دعا کے نشان میں مقابلہ کرنے کا چیلنج کس طرح دے دیا۔ تو کیا اسکی یہ بات معقول ہوگی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ آپؐ نے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی صحت کے لئے بہت دعائیں کیں۔ اور آپ کو ان سے اس قسم کا تعلق تھا۔ کہ جب وہ فوت ہوئے۔ تو گو آپ کی عادت میں یہ بات داخل تھی۔ کہ آپ ہمیشہ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتے۔ اور عشاء تک مختلف دینی مسائل پر باتیں کرتے رہتے۔ (مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ ایسے موقعہ پر ہمیشہ آپ کے دائیں طرف بیٹھا کرتے تھے) جب مولوی صاحب کی وفات ہو گئی۔ تو آپؑ نے مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھنا بند کر دیا۔ ایک دفعہ بعض لوگوں نے عرض کیا۔ کہ حضور پہلے مغرب کے بعد مسجد میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ اور

مختلف دینی مسائل

بیان کیا کرتے تھے۔ جس سے آنے والے مہمانوں اور دوسرے لوگوں کو بہت کچھ فائدہ ہوتا تھا۔ مگر اب حضور نے بیٹھنا بند کر دیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ حضور پھر اس سلسلہ کو جاری فرما دیں۔ کیونکہ لوگوں کو حضور کے نہ بیٹھنے کی وجہ سے بہت تکلیف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اب مجھ سے بیٹھنا برداشت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب میری نظر اس طرف جاتی ہے۔ جہاں مولوی عبد الکریم صاحب بیٹھا کرتے تھے۔ تو میرے دل کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارا چھوٹا بھائی

مبارک احمدؓ جب بیمار ہوا

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لئے کتنی ہی دعائیں کیں۔ مگر ان دعاؤں کے باوجود وہ فوت ہو گیا۔ کیونکہ خدا کی مشیت یہی تھی۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ پہلے مولوی عبد الکریم صاحب کے لئے آپ نے دعائیں کیں۔ مگر وہ قبول نہ ہوئیں۔ اور مولوی صاحب فوت ہو گئے۔ پھر مبارک احمدؓ کے لئے آپ نے دعائیں کیں۔ مگر وہ بھی قبول نہ ہوئیں۔ اور مبارک احمدؓ فوت ہو گیا۔ ایسی حالت میں دنیا کو چیلنج دینے کے معنی کیا ہوئے؟ اور کس طرح معلوم ہوا۔ کہ آپ کی دعائیں زیادہ سُنی جاتی ہیں۔ بلکہ اس سے بھی پہلے

بشیر اول فوت ہوا

اور آپ نے اس کے لئے بہت دعائیں کیں۔ یہ تو آپ کو اسکی وفات پر معلوم ہوا۔ کہ جس لڑکے کے متعلق اللہ تعالےٰ کی طرف سے پیشگوئی ہے۔ اس کا مصداق بشیر اول نہیں۔ لیکن جب تک وہ زندہ رہا۔ آپ کا یہی خیال تھا۔ کہ وہی موعود لڑکا ہے۔ اور آپ نے نہ صرف خود اس کے لئے دعائیں کیں۔ بلکہ دوسروں سے بھی کروائیں۔ مگر پھر بھی وہ فوت ہو گیا۔ پھر

آتھم سے متعلق پیشگوئی

کے وقت جماعت کی جو حالت تھی۔ وہ ہم سے مخفی نہیں۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ اور میری عمر کوئی پانچ ساڑھے پانچ سال کی تھی۔ مگر مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے۔ کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آیا۔ تو کتنے کرب اور اضطراب سے دعائیں کی گئیں۔ میں نے تو محرم کا ماتم بھی کبھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف دعا میں مشغول تھے۔ اور مولوی عبد الکریم صاحب اور سلسلہ کے بعض اور بزرگ مسجد میں جمع ہو کر دعا کر رہے تھے۔ اور تیسری طرف بعض نوجوان (جن کی اس حرکت پر بعد میں بُرا بھی منایا گیا) جہاں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ مطب کیا کرتے تھے۔ اور آج کل مولوی قطب الدین صاحب بیٹھتے ہیں۔ وہاں اکٹھے ہو گئے۔ اور جس طرح عورتیں بین ڈالتی ہیں۔ اس طرح انہوں نے بین ڈالنے شروع کر دیئے۔ ان کی چیخیں سو سو گز تک سُنی جاتی تھیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر یہ دعا جاری تھی۔ کہ یا اللہ آتھم مر جائے۔ یا اللہ آتھم مر جائے۔ مگر اس کہرام اور آہ وزاری کے نتیجہ میں آتھم تو نہ مرا۔ پھر کیا اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ جب ایسے معاملات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں قبول نہ ہوئیں۔ تو آپؑ کا دنیا کو قبولیت دعا کے نشان میں مقابلہ کا چیلنج دینا ناجائز تھا۔

غرض اگر یہ صحیح ہے۔ کہ دعاؤں کی قبولیت کا دعویٰ اسی شخص کا صحیح سمجھا جا سکتا ہے۔ جس کا کبھی کوئی نقصان نہ ہوا ہو۔ اور نہ اسے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہو۔ تو پھر تو کوئی نبی بھی ایسا نہیں۔ جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہو۔ کہ اسکی دعائیں قبول ہوئیں۔

سب سے بڑے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہیں۔ مگر میں بتا چکا ہوں۔ کہ آپؐ کی اولاد بھی فوت ہوئی۔ اسی طرح آپؐ کی ایک بیوی فوت ہوئیں۔ حالانکہ وہ آپؐ کو اتنی پیاری تھیں۔ کہ اسکی مثال اور کسی بیوی میں نظر نہیں آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بڑی محبت تھی۔ مگر ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہی کسی نے پوچھا۔ کہ کیا آپ کو کسی بیوی کے متعلق کبھی غیرت بھی آئی۔ اس پر انہوں نے کہا۔ کہ زندہ بیویوں میں سے تو کسی کے متعلق مجھے کبھی غیرت نہیں آئی۔ مگر ایک بیوی جو وفات پا چکی ہے۔ اس کے متعلق مجھے ضرور غیرت آجاتی۔ کیونکہ کبھی کبھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسکی اتنی تعریف کرتے۔ اتنی تعریف کرتے۔ کہ میں کہتی۔ یا رسول اللہ۔ کیا وہ بڑھیا آپ کو اس نوجوان سے اچھی لگتی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے۔ کہ عائشہ رضؓ تجھے کیا معلوم خدیجہ رضؓ کیا تھی۔ اور یہ کہتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ اور فرماتے۔ اس نے میری اتنی خدمت کی ہے۔ اور اس نے اسی طرح اپنے آپ کو میرے لئے قربان کر دیا۔ کہ میں اسکی خدمت اور اس کے درجہ کو کبھی نہیں بھول سکتا۔

ایک دفعہ آپ مجلس میں بیٹھے

وعظ و نصیحت

کر رہے تھے۔ عورتیں آپؐ کے ارد گرد بیٹھی تھیں۔ اور ان عورتوں میں بڑے بڑے معزز خاندانوں کی مستورات شامل تھیں۔ کہ اچانک ایک بڑھیا پھٹے پرانے کپڑوں میں آگئی۔ آپؐ اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے نیچے جو کپڑا بچھا ہوا تھا۔ وہ اٹھا کر اسکی خاطر بچھا دیا۔ اور فرمایا آگئی میری خدیجہ رضؓ کی سہیلی۔ آگئی میری خدیجہ رضؓ کی سہیلی۔

اس قسم کی محبت کی موجودگی میں تم اندازہ لگا سکتے ہو۔ کہ حضرت خدیجہ رضؓ کی بیماری کے دنوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لئے کتنے درد اور کتنے سوز سے دعائیں کی ہوں گی۔ مگر پھر وہ دعائیں قبول تو نہ ہوئیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کو خدا کی مشیت پر صبر کرنا پڑا۔

اسی طرح ابو طالب کے متعلق آپؐ نے کس قدر دعائیں کیں۔ کہ خدایا اسے ہدایت دیدے۔ مگر ان دعاؤں کے باوجود ابو طالب کو ہدایت نہ ملی۔ غرض رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیوی بھی فوت ہوئی۔ بچے بھی فوت ہوئے۔ اور پھر چچا۔ ایسا محبت کرنے والا چچا جس نے باوجود

مذہبی اختلاف

رکھنے کے۔ اور باوجود اس کے کہ اپنی قوم کی دشمنی اس نے اپنے سر لے لی۔ اور اپنی تمام عمر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں صرف کر دی۔ اس کی ہدایت کے لئے آپؐ نے دعائیں کیں۔ مگر خدا تعالےٰ کی مشیت کے مطابق وہ قبول نہ ہوئیں۔ اور آپ نے خدا تعالےٰ کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھا۔

اسی طرح آپؐ کا ایک اور جوان چچا جس نے اپنا ملک۔ اپنی قوم اور اپنے رشتہ داروں کو آپؐ کی خاطر چھوڑ دیا تھا۔ وہ آپؐ کے سامنے اس طرح مارا گیا۔ کہ دشمن نے اس کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبا لیا۔ پھر آپؐ کا ایک اور چچیرا بھائی دور میدانوں میں سینکڑوں میل میدانوں سے پرے۔ غربت کی حالت میں وطن سے الگ بلکہ

دو وطنوں سے علیحدہ

ہونے کی حالت میں۔ کیونکہ وہ پہلے مکہ سے مدینہ آیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور پھر مدینہ سے شام کے میدانوں میں گیا۔ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ مدینہ میں جب جنگ میں شہید ہونے والوں کے متعلق اطلاع پہنچی۔ تو تمام لوگوں نے اپنے اپنے مُردوں پر رونا شروع کر دیا۔ آپؐ کو بھی اپنے

چچیرے بھائی کی وفات کا

جن کا نام جعفر تھا۔ سخت صدمہ ہوا۔ اور اسی صدمہ کی حالت میں آپؐ مدینہ کی گلیوں میں سے گزرے۔ تو بعض گھروں میں سے رونے کی آواز آئی۔ مگر جب حضرت جعفر رضؓ کے مکان کے پاس سے گزرے۔ تو وہاں کوئی رونے والا نہیں تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بیّن تو نہیں کر رونے کو پسند کرتے تھے۔ یا صحابہ رضؓ بلند آواز سے رویا کرتے تھے۔ مگر ایسے موقعہ پر چونکہ آواز کو بعض دفعہ پوری طرح دبایا نہیں جا سکتا۔ خصوصاً نوجوان لڑکیوں سے۔ اس لئے بعض گھروں سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ لیکن جعفر رضؓ کے مکان کے پاس بالکل خاموشی تھی۔ جب آپ وہاں پہنچے۔ تو آپ کے دل میں درد پیدا ہوا۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ افسوس جعفر رضؓ کو رونے والا بھی کوئی نہیں۔ انصار (اللہ تعالیٰ کی ان پر بڑی بڑی رحمتیں ہوں) رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا کوئی لفظ ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ جونہی انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے یہ الفاظ سُنے۔ وہ بھاگ کر اپنے گھروں کو گئے۔ اور انہوں نے اپنی عورتوں سے کہا۔ کہ نیک بختو! تم اپنے مُردوں کو رو رہی ہو۔ اور محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے

فوت شدہ عزیز

کو نہیں روتیں۔ فوراً جعفر رضؓ کے گھر جاؤ۔ اور وہاں رونا شروع کر دو۔ چنانچہ مدینہ کی تمام عورتیں حضرت جعفر رضؓ کے گھر اکٹھی ہو گئیں۔ اور انہوں نے ایک کہرام مچا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سُنا۔ تو فرمایا۔ کیا ہوا؟ انصار نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ آپ نے جو فرمایا تھا۔ کہ جعفر رضؓ پر کوئی رونے والا نہیں؟ ہم نے اپنی عورتوں کو جعفر رضؓ کے گھر بھجوا دیا ہے۔ اور وہ سب اس جگہ اکٹھی ہو کر رو رہی ہیں آپؐ نے فرمایا۔ میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ میں نے تو محض اپنے غم کا اظہار کیا تھا۔ اس پر ایک صحابی رضؓ دوڑتے ہوئے ان عورتوں کی طرف گئے اور کہا۔ کہ مت روؤ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم منع کرتے ہیں۔ وہ اس وقت جوش میں بھری ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا ہم تو روئیں گی۔ یہ سُنکر وہ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ وہ تو باز نہیں آتیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ ڈالو ان کے مُنہ پر مٹی۔ یہ

عرب کا ایک محاورہ

ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ اس وقت وہ جوش کی حالت میں ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ خود ہی خاموش ہو جائیں گی۔ مگر وہ شخص ظاہری الفاظ کا زیادہ پابند تھا۔ اس نے جھولی میں مٹی ڈالی۔ اور جا کر ان عورتوں کے مونہوں پر ڈالنی شروع کر دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معلوم ہوا۔ تو آپ سخت ناراض ہوئیں۔ اور فرمایا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ کہ ان کے مُنہ پر مٹی ڈالنی شروع کر دو۔ آپ کا تو یہ مطلب تھا۔ کہ اب زیادہ کچھ نہ کہو وہ خود ہی خاموش ہو جائیں گی۔

غرض رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے آپ کے بعض عزیز اور رشتہ دار شہید ہوئے۔ اور بعض کی شہادت کے متعلق تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو قبل از وقت اطلاع بھی دی گئی۔ اور اس وجہ سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نے ان کے لئے ضرور دعائیں کی ہونگی۔ مگر خدا تعالیٰ کی جو مشیت تھی۔ وہی ہوا۔ اب کیا کوئی بدبخت کہہ سکتا ہے۔ کہ چونکہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بعض دعائیں

بھی قبول نہیں ہوئیں۔ اسلئے آپ کو قبولیت دعا کا منصب حاصل نہ تھا۔ اس بدبخت کو میں کہوں گا۔ کہ اے جاہل اللہ تعالیٰ کا تعلق اپنے بندوں سے دوستوں کا سا ہوتا ہے۔ کبھی وہ ان کی سنتا ہے۔ اور کبھی اپنی منواتا ہے۔ اے جاہل تجھے وہ بیسیوں باتیں تو نظر آتی ہیں۔ جن میں خدا تعالےٰ نے اپنی منوائی۔ مگر وہ لاکھوں کروڑوں امور نظر نہیں آتے۔ جنہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دعاؤں کو سنکر خدا نے پورا کیا۔ اور اسکی محبوبیت پر اپنے عمل سے مہر لگا دی۔

میں نے جیسا کہ بتایا ہے۔ اس ٹریکٹ میں جو مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسی ہیں۔ جن کے متعلق

میں نے کبھی دعاء نہیں کی

مثلاً لکھا ہے۔

"جب آپ نے احمدیہ سٹور قوم کے ہزاروں روپیہ کے سرمایہ سے جاری کیا تھا۔ اور اس میں آپ نے اپنی ذمہ واری پر لوگوں سے روپیہ لیا تھا۔ کیا اسکی کامیابی کے لئے دعائیں نہ کی تھیں۔ اگر کی تھیں۔ تو سٹور کیوں تباہ و برباد ہوا۔"

حالانکہ مجھے کیا مصیبت پڑی تھی۔ کہ میں سٹور کے لئے دعا کرتا۔ پھر میں نے تو جو لوگ اس میں کام کر رہے تھے۔ انہیں مشورہ دیتے ہوئے صاف طور پر کہہ دیا تھا۔ کہ قادیان میں

بیس ہزار روپیہ سے زیادہ

کی تجارت نہیں چل سکتی۔ اور اگر چلائی جائیگی۔ تو نقصان ہوگا۔ انہوں نے میری اس بات کو نہ مانا۔ اور ۸۰ ہزار روپیہ جمع کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اتنا روپیہ چونکہ قادیان میں لگ نہیں سکتا تھا۔ اسلئے انہیں نقصان ہو گیا۔ مگر بہرحال سٹور کوئی دینی چیز نہیں تھی۔ جس کے لئے میں دعا کرتا۔ اور نہ میں نے اس کے لئے کبھی دعا کی۔ سوائے انابت کی قسم کی دعا کے۔

پھر لکھتا ہے:۔

"کیا جناب کو یاد نہیں۔ کہ جب آپ کے نہایت قیمتی گھوڑے چورے گئے۔ اور آپ نے ان کی واپسی کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ گھوڑے تو واپس کیا آنے تھے۔ الٹا آپ سے بھنگے کی رقم بھی لے کر کھا گئے۔ اس وقت آپ کی دعاؤں کو کیا ہوا۔"

یہ بات بھی ویسی ہی غلط ہے۔ جیسی پہلی۔ کیونکہ خود بخود یہ فرض کر لیا گیا ہے۔ کہ چونکہ میرے

گھوڑے چوری ہو گئے

تھے۔ اس لئے میں نے ان کی دستیابی کے لئے ضرور دعا کی ہوگی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ ان دنوں ایک دوست غالباً چودھری فتح محمد صاحب میرے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ اگر یہ گھوڑے نہ ملے۔ تو ہماری اس علاقہ میں بہت ذلت ہوگی۔ آپ دعا کریں۔ کہ ہمیں گھوڑے مل جائیں۔ میں نے انہیں کہا۔ کہ میں ایسے امر کے لئے دعا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ میرے لئے اس سے بہت اہم امور دعا کے لئے موجود ہیں۔ وہی میرے لئے بس ہیں۔ دعا نہایت مقدس چیز ہے۔ اس کو ایسی ذلیل باتوں کے لئے استعمال کرنا مجھے سخت ناپسند ہے۔ ہاں بعض دفعہ ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک گھوڑے کے چوری ہونے پر بھی کسی کو دعا کی ضرورت محسوس ہو۔ مثلاً ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص کی ساری پونجی گھوڑا ہی ہو۔ ایسی حالت میں اگر وہ گھوڑے کے لئے دعا کرتا ہے۔ تو جائز ہوگا۔ یا کوئی اور شخص ہے۔ جس نے جہاد کے لئے گھوڑا رکھا ہوا ہے۔ اور وہی گھوڑا چور چرا کر لے جاتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر وہ دعا کرتا ہے۔ کہ خدایا میرا گھوڑا مجھے مل جائے۔ تو یہ بالکل جائز ہوگا۔ کیونکہ

اگر نہ ملے۔ تو وہ جہاد سے محروم رہتا ہے۔ مگر میں نے وہ گھوڑے کونسے جہاد کے لئے رکھے ہوئے تھے۔ کہ میں ان کے گم ہو جانے پر دعا کرتا۔ کہ وہ مجھے مل جائیں۔ وہ میرے لئے قطعاً کوئی اہمیت نہ رکھتے تھے۔ بلکہ ایک تو سو یا سوا سو روپیہ کا تھا۔ جو میں نے خود خریدا تھا۔ اور دوسری گھوڑی تھی۔ جو ایک دوست مجھے

بطور تحفہ

دے گئے تھے۔ بہرحال میرے لئے ان کا چوری چلے جانا کوئی زیادہ اہم نہ تھا۔ پھر یہ کہنا۔ کہ الٹا بھونگے کی رقم بھی لے کر کھا گئے۔ یہ بھی درست نہیں۔ پولیس نے چوروں کو پکڑ لیا تھا۔ پھر بھنگا دینے کے کیا معنی۔ اور وہ ان کو گرفتار کر کے قادیان لے آئے تھے۔ دو تین دن بعد انہوں نے مجھ سے کہا۔ یہ وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اگر آپ ان کو چھوڑ دیں۔ تو یہ گھوڑے آپ کو واپس کر دیں گے۔ میں نے سمجھا۔ کہ پولیس کو رشوت کی تو عادت ہوتی ہے۔ انہوں نے کچھ کھا لیا ہوگا۔ اور یہ خود ایک سزا ہے۔ جو ان چوروں کو مل گئی ہے۔ اس لئے میں نے کہہ دیا۔ کہ اچھا چھوڑ دو۔ اور مجھ سے دراصل وہ اسی لئے کہلوانا چاہتے تھے۔ کہ وہ ڈرتے تھے۔ کہ بطور خود چھوڑا۔ تو یہ افسروں سے شکایت کریں گے۔ اب ان کے لئے صرف یہی صورت تھی۔ کہ میری زبان سے کوئی فقرہ نکلوا کر انہیں چھوڑ دیں۔ چنانچہ وہ چھوٹ کر چلے گئے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑا۔ چنانچہ وہ لوگ جو ان کے ناموں سے واقف ہیں جانتے ہیں۔ کہ وہی لوگ جنہوں نے میرے گھوڑے چرائے تھے۔ ایک اور جرم میں پکڑے گئے۔ اور ان پر مقدمہ چلا۔ ڈپٹی کمشنر جو انگریز تھا۔ اسے کسی نے بتا دیا۔ کہ یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے مرزا صاحب کے گھوڑے چرائے تھے۔ اس نے فیصلہ کرتے ہوئے لکھا۔ کہ میں تمہیں صرف دو دو سال قید کی سزا دینا چاہتا تھا۔ مگر چونکہ تم نے مرزا صاحب کے گھوڑے چرائے تھے۔ اور پھر واپس نہیں کئے۔ اس لئے میں تمہیں

پانچ پانچ سال قید کی سزا

دیتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انہیں سزا ملی۔ وہ الگ ہے۔ ان میں سے ایک کی بیوی نکل گئی۔ دوسرے کا بیٹا مارا گیا۔ اور پھر جلد ہی وہ خود بھی مر گیا۔ تیسرے شخص کے بارہ میں مجھے یاد نہیں۔ کہ اسے کیا سزا ملی۔ مگر جہانتک مجھے یاد ہے۔ وہ بھی سخت سزا میں مبتلا ہوا تھا۔ اور اردگرد کے واقف لوگوں میں اس واقعہ کو ایک نشان سمجھا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں جب میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سندھ میں گیا۔ تو وہاں دو سندھیوں نے میری بیعت کی۔ اور انہوں نے بتایا۔ کہ ہمارے بیعت کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ کی چوری کسی کو ہضم نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ کہنے لگے۔ یہاں سندھ میں یہ بات بڑی مشہور ہے۔ کہ

پنجابی پیر کی کوئی چوری نہیں کر سکتا

اور اگر کرے۔ تو وہ اسے ہضم نہیں ہوتی سندھیوں کے لئے اپنے پرانے پیروں کو چھوڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالے نے وہاں بعض ایسے نشانات دکھائے۔ جن کے ماتحت وہ اس بات پر مجبور ہو گئے۔ کہ اپنے پیروں کو چھوڑ کر میری بیعت کریں۔ چنانچہ بعض واقعات انہوں نے مجھے بھی سنائے۔ جو واقعہ میں حیرت انگیز تھے۔ مثلاً ایک نے بتایا۔ کہ ایک شخص آپ کا کچھ غلہ چرا کر لے گیا۔ کھوج اس کے ڈیرہ تک پہنچا۔ مگر اس نے تسلیم نہ کیا۔ اس کے خسر نے اسے کہا۔ کہ ان کی چوری بچا نہیں کرتی۔ تم اپنے جرم کا اقرار کر لو۔ مگر اس نے نہ مانا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ وہ ادھر جواب دینے کے لئے پنچایت کے پاس آیا۔ اور ادھر اس کے ہمسایہ کے ساتھ اس کی بیوی بھاگ گئی۔ اس قسم کے اور کئی واقعات ہوئے۔ جس کی وجہ سے عام طور پر لوگوں پر ایک ہیبت ہے۔

غرض یہ دنیوی چیزیں ہیں۔ جن کے متعلق عام حالات میں میں دعا کرنا پسند نہیں کرتا۔ دعا تو ایک بہت ہی اعلیٰ اور ارفع چیز ہے۔ اس سے تو ہم دین کی مشکلات کے دور ہونے اور جماعت کو بحیثیت مجموعی ترقی کے لئے کام لیتے ہیں۔ نہ یہ کہ گھوڑے چوری ہوں۔ تو ہم دعا کرنے لگ جائیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے اپنے اوپر قیاس کر لیا۔ چونکہ اسکی اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی حالت ایسی ہی ہے۔ کہ نقصان جو ایک پیسے کا دیکھیں تو مرتے ہیں۔ اس لئے اس نے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے خیال کر لیا۔ کہ ہماری بھی یہی حالت ہے۔ گویا وہی

اندھے اور سوجاکھے والی بات

آ گئی۔ جو میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں۔

میں نے بتایا ہے۔ کہ جو واقعات اس ٹریکٹ میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض امور ایسے ہیں۔ کہ ان کے متعلق میں نے دعا کی ہی نہیں۔ بلکہ گیارہ میں سے اکثر ایسے ہیں۔ جن کے متعلق میں نے کبھی دعا نہیں کی۔ صرف ایک واقعہ ایسا ہے۔ جس کے متعلق میں نے دعا کی تھی۔ مگر جیسا کہ میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں ہی بیان کیا تھا۔ اگر ایک چھوڑ میری سو دعائیں بھی ایسی نکل آئیں۔ جو قبول نہ ہوئی ہوں

تو اس سے مجھ پر کوئی الزام عاید نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ یہی ہے۔ کہ

انسان کی ہر دعا قبول نہیں ہوتی

ورنہ بتایا جائے۔ کہ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ والہٖ وسلم کے گیارہ بچے فوت نہیں ہوئے۔ اور کیا آپؐ نے ان میں سے ہر ایک کے متعلق دعا نہیں کی تھی۔ اسی طرح آپؐ کی بیوی فوت ہوئی۔ آپؐ کے کئی رشتہ دار فوت ہوئے۔ آپؐ کے کئی صحابہ رضؓ فوت ہوئے۔ اور آپؐ نے لازماً ان میں سے ہر ایک کے متعلق دعا کی ہوگی۔ مگر خدا تعالے کا قانون یہی ہے۔ کہ مرنے والے مرتے جائیں گے۔ اور جن کا نقصان مقدر ہے۔ ان کا نقصان ہوتا چلا جائے گا۔ یہ خیال قطعاً غلط ہے۔ کہ مومن کا نقصان نہیں ہوتا۔ یا مومن پر کبھی کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی۔ بلکہ بحیثیت مجموعی مومن ترقی کرتا ہے۔ اور بحیثیت مجموعی وہ مصائب اور مشکلات سے محفوظ رہتا ہے۔ گویا

مومن کے نقصان کی مثال

ویسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک عورت نے کئی سال مزدوری کر کے سونے کے کڑے بنوائے ایک دن کوئی چور آیا۔ اور اس کے کڑے اتار کر لے گیا۔ سال دو سال کے بعد ایک دن وہ عورت اپنے مکان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ اس نے دیکھا۔ وہی چور جس نے اس کے کڑے اتارے تھے۔ پاس سے گذر رہا ہے۔ اس نے اسے آواز دی۔ اور کہا بھائی ذرا میری بات سن جانا۔ اس نے جب دیکھا۔ کہ وہی عورت اسے آواز دے رہی ہے۔ جس کے کڑے وہ اتار کر لے گیا تھا۔ تو اس نے جلدی جلدی وہاں سے بھاگنا چاہا۔ تاکہ وہ اسے پکڑوا نہ دے۔ مگر اس نے پھر آواز دی۔ اور کہا۔ بھائی گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں کسی کو کچھ کہوں گی نہیں۔ تو میرے پاس آ کر میری ایک بات سن جا۔ چنانچہ وہ آیا۔ تو وہ عورت اسے کہنے لگی۔ دیکھ میرے ہاتھوں میں پھر سونے کے کڑے پڑے ہوئے ہیں۔ مگر تیری وہی لنگوٹی ہی رہی۔ تو مومن اور کافر میں یہی فرق ہے۔ یہ نہیں کہ مومن کا نقصان نہیں ہوتا۔ اور کافر کا ہوتا ہے۔ بلکہ نقصان دونوں کا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔ کہ کبھی تم ان کا نقصان کر دیتے ہو۔ اور کبھی وہ تمہارا نقصان کر دیتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ تمہارے لئے کامیابی مقدر ہے مگر کفار کے لئے کامیابی مقدر نہیں۔ تم نقصان کے باوجود بڑھتے چلے جاؤ گے۔ اور ان کا نہ صرف نقصان ہوگا۔ بلکہ وہ اور زیادہ گھٹتے چلے جائینگے۔

پھر میں نے بتایا ہے۔ کہ اگر اسی اصول کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ کہ

قبولیتِ دعا کا دعویٰ

وہی شخص کر سکتا ہے۔ جس کی کوئی دعا بھی قبول ہونے سے نہ رہے۔ تو اس کی زد حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی پڑتی ہے۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ آپ نے یہ دعویٰ کیا۔ کہ آپ کو قبولیت دعا کا نشان بخشا گیا ہے۔ آپ کی چار دعائیں قبول نہ ہوئیں۔ مولوی عبد الکریم رضؓ صاحب کے متعلق آپ نے دعا کی۔ اور وہ قبول نہ ہوئی۔ بشیر اول کے متعلق آپ نے دعا کی اور وہ قبول نہ ہوئی۔ آتھم کے متعلق آپ نے دعا کی۔ اور وہ قبول نہ ہوئی۔ مبارک احمدؐ کے متعلق آپ نے دعا کی۔ اور وہ قبول نہ ہوئی۔ اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چالیس اور ایسی دعائیں بتاتا ہوں۔ جو گو ہمارے نزدیک قبول ہوئیں۔ اور انشاء اللہ اور قبول ہونگی۔ مگر اس ٹریکٹ کے لکھنے والے اور اس کے استاد مصری اور ان کے ساتھیوں کے نزدیک قبول نہیں ہوئیں۔ اس ٹریکٹ کے لکھنے والے کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ میں (نعوذ باللہ) دھوکے باز ہوں۔ میں جھوٹ بولتا ہوں۔ میں فریب کرتا ہوں۔ اور میں ہدایت سے محروم ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے ٹریکٹ کے آخر میں مجھے مباہلہ کا چیلنج دیتا ہے۔ اور مباہلہ کا چیلنج اسی کو دیا جاتا ہے۔ جو ہدایت سے محروم ہو۔ پس اگر یہ صحیح ہے۔ کہ میں ہدایت سے محروم اور ضلالت میں گرفتار ہوں۔ تو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چالیس دعائیں

اس کے اپنے دعوے کے مطابق (نعوذ باللہ) خدا تعالے نے رد کر دیں۔ اور وہ قبولیت کا شرف نہیں پا سکیں۔ یہ دعائیں دونوں آمینوں میں درج ہیں۔

(۱) پہلی دعا جو بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رد ہوئی۔ وہ یہ ہے۔

دے ان کو دین و دولت

دولت کو تم جانے دو۔ کیونکہ اصل چیز دین ہے۔ لیکن دین ہی وہ چیز ہے۔ جو اس ٹریکٹ کے لکھنے والے کے قول کے مطابق ہمیں نہیں ملا۔ بلکہ ہم اس قابل ہیں۔ کہ ہم سے مباہلہ کیا جائے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے متعلق جو دعا کی تھی۔ کہ الہٰی ان کو دین دیا وہ رد ہو گئی۔

(۲) دوسری دعا اس کے قول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

کر ان کی خود حفاظت

آپ فرماتے ہیں۔ کہ خدا خود ان کی حفاظت کرے اب بھلا جو شخص مباہلہ سے ہلاک ہو سکتا ہے۔ اس کی خدا کس طرح حفاظت کرے گا۔

(۳) تیسری دعا بزعم ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

ہو ان پہ تیری رحمت

کیونکہ جو بے دین ہو۔ جو لوگوں کو دھوکا و فریب دیتا رہتا ہو۔ اور جو ٹریکٹ لکھنے والے کی تحریر کے مطابق حسن بن صباح کی چالیں چلتا رہتا ہو۔ اس پر خدا کی رحمت کس طرح ہو سکتی ہے۔

(۴) چوتھی دعا بقول مصریوں کے اور پیغامیوں کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

دے رُشد

کیونکہ اس کے قول کے مطابق رشد کی بجائے گمراہی اور ضلالت ہمارے حصہ میں آئی ہے۔

(۵) پانچویں دعا بقول مصریوں اور پیغامیوں کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی کہ

دے ہدایت

(۶) چھٹی دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

دے عزت

کیونکہ وہ میرے متعلق اسی ٹریکٹ میں لکھتا ہے کہ "جس پر اس قسم کے الزامات لگ جائیں۔ اس کی تو اپنی پوزیشن خاک میں مل جاتی ہے۔ جب تک وہ الزامات سے بریت ثابت نہ کرے"۔

گویا ان الزامات کی وجہ سے میری عزت خاک میں مل گئی۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دعا (نعوذ باللہ) رد ہو گئی۔ کہ خدایا ان کو عزت دے۔

(۷) ساتویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

شیطاں سے دُور رکھیو اپنے حضور رکھیو

(۸) آٹھویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

جاں پُر ز نور رکھیو

(۹) نویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ؏

میری دعائیں ساری کریو قبول باری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو یہ دعا کی تھی۔ کہ خدایا میری ساری دعائیں قبول کرنا مگر ان کے خیال کے مطابق خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بارہ میں ساری دعائیں رد کر دیں۔

(۱۰) دسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

کر دُور ہر اندھیرا

(۱۱) گیارھویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دل ہوں مراد ول والے پُرنور ہو سویرا

(۱۲) بارھویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطّر

(۱۳) تیرھویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندی

(۱۴) چودھویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے

(۱۵) پندرھویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے

(۱۶) سولھویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے

(۱۷) سترھویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

دے بخت جاودانی

(۱۸) اٹھارہویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

اور فیض آسمانی

(۱۹) انیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

رحمت سے ان کو رکھنا میں تیرے منہ کے واری

(۲۰) بیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

اپنی پنہ میں رکھیو سن کر یہ میری زاری

(۲۱) اکیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

تیرے سپرد تینوں دیں کے قمر بنانا

(۲۲) بائیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر

(۲۳) تیئیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

یہ ہادیٔ جہاں ہوں

(۲۴) چوبیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

یہ ہوویں نور یکسر

(۲۵) پچیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

یہ ہوویں مہر انور

(۲۶) چھبیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

اہل وقار ہوویں

(۲۷) ستائیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

فخر دیار ہوویں

(۲۸) اٹھائیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

حق پر نثار ہوویں

(۲۹) انتیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ

مولیٰ کے یار ہوویں

(۳۰) تیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

بنا ان کو نیکوکار

(۳۱) اکتیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

کرم سے ان پہ کر راہِ بدی بند

(۳۲) بتیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

ہدایت کر انہیں میرے خداوند

(۳۳) تینتیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے

(۳۴) چونتیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے

(۳۵) پینتیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

نجات ان کو عطا کر گندگی سے

(۳۶) چھتیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

برات ان کو عطا کر بندگی سے

(۳۷) سینتیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

بچانا اے خدا بد زندگی سے

(۳۸) اڑتیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی

(۳۹) انتالیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ ع

نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال

(۴۰) چالیسویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رد ہوئی۔ کہ س

نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ
مرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا

اب بقول مصری صاحب کے ان چالیسوں اور ۴۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۴۰ء

مولوی محمد علی صاحب سے فیصلہ کا آسان طریق

فرمودہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(مرتبہ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میرے سامنے

اخبار پیغام صلح

کے ایک مضمون کا ایک خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں مولوی محمد علی صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ میں تین ماہ سے فیصلہ کا ایک آسان طریق پیش کر رہا ہوں۔ مگر اسے قبول نہیں کیا جاتا۔ اور وہ طریق یہ ہے۔ کہ

اختلافی مسائل کا تصفیہ

دونوں جماعتوں کے امام آپس میں کر لیں۔ اور فیصلہ کے لئے ایک بورڈ مقرر کر لیا جائے۔ جس میں دس ممبر ہوں۔ پانچ میں ان کی جماعت میں سے چن لوں۔ اور پانچ وہ ہماری جماعت میں سے چن لیں۔ اور پھر یہ بورڈ فیصلہ کر دے۔ کہ کس کے عقائد صحیح ہیں۔

مولوی صاحب کا خیال ہے۔ کہ وہ یہ طریق تین ماہ سے پیش کر رہے ہیں۔ مگر جہاں تک مجھے یاد ہے۔ وہ غالباً ۱۹۱۶ء سے یہ طریق پیش کر رہے ہیں۔ اور اس طرح تین ماہ نہیں۔ بلکہ ۲۴ سال ان کی اس تجویز پر گزر چکے ہیں۔ اور میں نے اس

۲۴ سال کے عرصہ میں

اسے قبول نہیں کیا۔ بلکہ کئی دفعہ اس کا جواب بھی دے چکا ہوں۔ اس تجویز پر اولی تو مجھے یہ اعتراض ہے۔ کہ مذہبی عقائد کا فیصلہ کوئی دوسرا شخص کرے۔ وہ پانچ آدمی تو الگ ہے جو وہ ہماری جماعت سے منتخب کریں گے۔ اور وہ بھی الگ رہے۔ جو میں ان کی جماعت سے کروں گا۔ میں تو

مذہبی عقائد کے بارہ میں

اپنی بیوی۔ بیٹوں اور بھائیوں کا فیصلہ بھی منظور کرنے کو تیار نہیں۔ مجھے شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی۔ کہ خدا تعالیٰ کے سامنے میرے عقائد کے متعلق کوئی دوسرا شخص جواب دہ ہو سکے گا۔ خدا تعالیٰ کے سامنے میرے عقائد کے متعلق نہ کوئی بھائی جواب دہ ہو سکتا ہے۔ نہ بیٹا اور نہ بیوی۔ اور نہ کوئی اور عزیز۔ اس کے لئے میں خود ہی جواب دہ ہو سکتا ہوں۔ میرے عقیدہ کا سوال میرے ہی لئے ہے۔ اور میں اس میں کسی دوسرے کا فیصلہ کیوں قبول کر لوں۔ اور اس سے یہ معلوم کروں۔ کہ

میرا عقیدہ

غلط ہے یا صحیح۔ جو اسے غلط سمجھتا ہے۔ وہ تو پہلے ہی اسے غلط کہتا ہے۔ اور جو صحیح سمجھتا ہے۔ وہ پہلے ہی صحیح سمجھتا ہے۔ پھر فیصلہ کرنے کے وقت کونسی کوئی ایسی نئی بات مولوی صاحب پیش کریں گے۔ کہ وہ اپنا خیال تبدیل کر لے گا۔ آخر ایسے پنچ انہی لوگوں میں سے مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ جو عالم ہوں۔ اور جو عالم ہیں۔ انہوں نے پہلے ہی کافی غور کر لیا ہوا ہے۔ وہ اپنے خیال کو تبدیل کیونکر کر سکیں گے۔ یا تو مولوی صاحب اعلان کریں۔ کہ انہوں نے کوئی ایسے نئے حوالے دریافت کئے ہیں۔ جو پہلے پیش نہیں ہوئے۔ اور اگر یہ بات نہیں۔ تو پھر پہلے ہی حوالوں سے وہ لوگ اپنے عقیدہ کو کس طرح تبدیل کر لیں گے۔ جو ان پر سالہا سال تک غور کر چکے ہیں۔ اور

علیٰ وجہ البصیرت اپنے ایمان پر قائم

ہیں اور جو لوگ ایسے نہ ہوں۔ وہ میرے نمائندے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ یا کیا پھر مولوی صاحب ایسے لوگ چنیں گے۔ جن کو پہلے ان حوالوں کا بھی پتہ نہیں۔ جو آئے دن پیش ہوتے رہتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ گویا دو عالموں پر چند جاہل فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کئے جائیں گے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسے

حرم بیٹیوں کے اگر ان چالیس دعاؤں کے رد ہونے کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قبولیت دعا کے مدعی رہ سکتے ہیں۔ تو میری اگر گیارہ دعائیں رد ہو گئیں۔ تو کونسی بڑی بات ہوئی۔ مگر حق یہ ہے۔ کہ دعا کے صحیح مفہوم کے

...ماتحت نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دعائیں یا دوسری دعائیں رد ہوئیں۔ اور نہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری ہی دعائیں رد ہوئیں۔ اور یہ معترض جھوٹے اور حاسد ہیں۔ یہ شور مچاتے رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سلسلہ کو ترقی دیتا چلا جائیگا۔ اور ان کے کام ان کے شور مچانے سے مٹیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لوگ کیا فیصلہ کر سکیں گے۔ پھر کسی انسان کے فیصلہ کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

عقیدہ کے معنی

تو یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کہا ہے۔ اور ہماری جماعت میں سے ان کے چنے ہوئے پانچ آدمی تو در کنار اگر سو فی صدی جماعت بھی اس کے خلاف فیصلہ کرے۔ تو میں کبھی نہیں مانوں گا۔ بلکہ صاف کہہ دوں گا۔ کہ تم لوگ جدھر مرضی ہے جاؤ۔ میرا عقیدہ یہی رہے گا۔ پس میں کسی کا یہ حق نہیں سمجھتا۔ خواہ اسے مولوی محمد علی صاحب نے ہماری جماعت سے چنا ہو۔ یا میں نے ان کے گروہ سے۔ کہ

میرے عقائد کے متعلق فیصلہ

کرے۔ کہ صحیح ہیں یا غلط۔ اور جب میں اسے جائز ہی نہیں سمجھتا۔ تو اس طریق کو اختیار کیسے کر سکتا ہوں۔ اور جس فیصلہ کی میرے نزدیک قیمت ہی کوئی نہیں۔ میں دوسروں کے سامنے اسے پیش کر کے کس طرح کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کی قدر کرو۔ انتظامی اور دنیوی امور میں تو ججوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور لوگ ان کے فیصلوں کو مانتے بھی ہیں۔ مگر دینی امور میں نہیں

دنیوی امور میں

عقیدہ کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ وہاں صرف حقوق کا سوال ہوتا ہے۔ اس میں جج غلطی بھی کر سکتا ہے۔ مگر چونکہ شخصی حقوق پر قومی امن مقدم ہوتا ہے۔ باوجود ججوں کی غلطی کے امکان کے ان کے فیصلوں کو مانا جاتا ہے۔ اور منوایا جاتا ہے۔ اس لئے نہیں۔ کہ وہ فیصلے ضرور درست ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ خواہ وہ غلط ہوں ان پر عمل کرنے سے ہی ملکی امن قائم رہتا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی فرماتے ہیں۔ کہ ممکن ہے۔ کوئی شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہو۔ مگر اپنی چرب زبانی سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لے۔ اسے یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ میرا اس کے حق میں فیصلہ کر دینا اسے خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکے گا۔ اگر دیدہ و دانستہ وہ دوسرے کا حق لے گا۔ تو قیامت کے دن وہ ضرور اسکی سزا پائے گا۔ پس جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی قضا کے فیصلوں کی نسبت فرماتے ہیں۔ کہ دھوکا دے کر مجھ سے بھی غلط فیصلہ کرایا جا سکتا ہے۔ تو اور کونسا جج ہو سکتا ہے۔ جس سے غلطی نہ ہو سکے۔ مگر باوجود اس کے افراد سے یہ امید کی جاتی ہے۔ کہ خواہ وہ فیصلہ ان کے نزدیک درست ہو یا غلط اس کو تسلیم

کر لیں۔ اور یہ ایک قربانی ہے۔ جو قومی امن کے قیام کی خاطر ان سے طلب کی جاتی ہے۔ مگر

دین کے معاملہ میں

ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک دفعہ شیخ یعقوب علی صاحب میرے پاس آئے۔ اور کہا۔ کہ میں نے خواجہ صاحب سے کہا تھا۔ کہ باہم اختلاف درست نہیں۔ چنانچہ میری نصیحت کا اثر ہوا ہے۔ اور انہوں نے مجھے بھجوایا ہے۔ کہ آؤ صلح کر لیں۔ میں نے انہیں جواب دیا۔ کہ میرا اور خواجہ صاحب کا اختلاف کیا ہے۔ کیا کسی دنیوی معاملہ پر اختلاف ہے۔ اگر ایسا ہے۔ تو صلح کا کوئی سوال نہیں۔ وہ مجھ سے جو بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ میں اسے منظور کرتا ہوں۔ میری کوئی چیز اگر وہ لینا چاہیں۔ تو بے شک لے لیں۔ مجھ سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر اختلاف دینی ہے۔ تو پھر نہ میرا کوئی اختیار ہے کہ اس میں سے کوئی چیز چھوڑ دوں۔ اور نہ ان کا۔ اگر چھوڑیں گے۔ تو پہلے اگر ایک بے دین ہے۔ تو پھر دونوں بے دین ہو جائیں گے۔ تو

عقائد کے بارہ میں

کسی کے فیصلہ کے کوئی معنی ہی نہیں۔ دینی امور میں فیصلہ ہر شخص اپنی ذات کے لئے خود کرتا ہے۔ ہم میں سے جو لوگ اس وقت جماعت میں شامل ہیں۔ انہوں نے خود اپنے متعلق کیا تھا۔ کیا پہلے کوئی دس اشخاص کا بورڈ مقرر ہوا تھا۔ جس نے فیصلہ کیا۔ کہ مرزا صاحب اپنے دعاوی میں سچے ہیں۔ اور پھر انہوں نے مانا تھا۔ ہرگز عقائد کے بارہ میں دس تو کیا سو آدمیوں کا بورڈ ہو تو بھی انسان کے دل کو تسلی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے دینی امور میں فیصلہ کا طریق یہی ہے۔ کہ انسان کے ضمیر کو تسلی ہو جائے۔ اور دل مان لے۔ دوسروں کے فیصلہ کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ کیا آج بھی کروڑوں لوگ ایسے نہیں۔ جو یہ فیصلہ دیتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) سچے نہیں ہیں۔ مگر کیا ہم ان کے اس فیصلہ کو مان لیتے ہیں۔ یا ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔ اور جب دل آپ کی صداقت پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ تو تسلیم کر لیتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک ایسا ہے۔ جس نے کروڑوں انسانوں کے فیصلہ کو رد کیا۔ اور صرف اپنی ضمیر اور دل کے فیصلہ کو درست مانتے ہوئے جماعت احمدیہ میں شامل ہو گیا ہے۔ تو دینی امور میں دوسروں کے فیصلہ کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ ہاں دنیوی معاملات

میں ان کو مان لیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی نہ مانے تو سب اسے یہی کہتے ہیں کہ قوم کی اکثریت کے فیصلہ کو کیوں چھوڑتے ہو۔ دنیوی امور میں اخروی زندگی پر اثر نہیں پڑتا۔ ان کا تعلق صرف اس عارضی زندگی سے ہوتا ہے۔ اس لئے اگر اس میں غلطی بھی ہو جائے۔ تو چنداں مضائقہ نہیں۔ مگر دین کا تعلق چونکہ اخروی زندگی سے ہے۔ اس لئے

دینی امور کا فیصلہ

کرنے کے لئے کوئی قاضی یا جج مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ پس اگر مولوی محمد علی صاحب چاہتے ہیں۔ کہ اپنی جماعت میں سے ان کے منتخبہ پانچ اور ان کی جماعت میں سے اپنے منتخبہ پانچ اشخاص سے میں اپنے عقائد کا فیصلہ کراؤں اور پھر اسے مان لوں۔ یا اسے دنیا کے سامنے پیش کروں۔ تو میں اس کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔ دینی عقائد کا فیصلہ ہمیشہ انسان کی کانشنس ہی کرتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے سامنے اسی کے فیصلہ کے مطابق انسان اپنے

ایمان کا اقرار

کرتا ہے۔ اگر تو وہ جھوٹ کہتا ہے۔ تو اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔ لیکن اگر سچے طور پر داخل ہوتا ہے۔ تو اگر اس کا فیصلہ غلط بھی ہوگا۔ تو خدا تعالیٰ کی بخشش اسے ڈھانپ لے گی۔ دینی امور میں فیصلہ کا یہی طریق آدم سے لے کر اب تک چلا آتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی قاعدہ نہیں۔ اور اس کے خلاف کوئی نیا قاعدہ تجویز کرنے کے نہ مولوی محمد علی صاحب مجاز ہیں۔ اور نہ میں۔ یہی طریق پہلے تھا۔ اور یہی طریق اب ہے۔ اس کے سوا کوئی طریق اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر اس بورڈ سے مولوی صاحب کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ انتظامی معاملات کا فیصلہ کرے۔ وقت کی تعیین۔ مجلس مناظرہ میں شرکت کے لئے موزوں اشخاص کو ٹکٹ دینا وغیرہ وغیرہ اور اسکی متعلقہ شرائط کی پابندی کرانا۔ تو یہ نہایت ضروری ہے۔ اور ایسا بورڈ ضرور ہونا چاہیئے۔ دنیوی اور انتظامی امور میں ہم اس کی بات کو پوری طرح تسلیم کریں گے۔ یا ایسے امور میں اس کا فیصلہ مان لیں گے۔ جن کا ہمارے یا کسی اور کے دین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مگر عقائد کے بارہ میں اس کے فیصلہ کو نہیں مان سکتے۔

مولوی محمد علی صاحب نے اسی

بورڈ کا طریق انتخاب

جو پیش کیا ہے۔ اس کے متعلق میں نے ہمیشہ یہ جواب دیا ہے۔ کہ یہ غیر طبعی ہے۔ ایسے لوگوں کا انتخاب اپنی اپنی طرف سے ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں

کہ ہماری جماعت میں سے وہ منتخب کریں۔ اور ان کی جماعت میں سے ہم۔ بلکہ ہم اپنے آدمی منتخب کریں۔ اور وہ اپنے۔ ان کی طرف سے یہ شرط بیس سال سے زائد عرصہ سے پیش ہو رہی ہے۔ اور اسے پیش کر کے وہ سمجھتے ہیں۔ کہ گویا بڑا تیر مارا ہے۔ اور میں نے ہمیشہ اس کا جواب دیا ہے۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ہم میں سے منافق چن لیں۔ اس کا جواب وہ یہ دیا کرتے ہیں۔ کہ جن کو ہم منافق کہہ دیں گے۔ ان کو وہ چھوڑ دیں گے۔ مگر میں اس طرح

منافقوں کا اظہار

کر کے ان کے ہاتھ میں ایک ہتھیار کیوں دوں۔ ہم میں جو منافق ہیں۔ ان کو نکال کر وہ اب تک اپنے ساتھ تو شامل نہیں کر سکے۔ مگر چاہتے ہیں۔ کہ ہم اپنوں میں سے بعض کو منافق کہہ کر ان کے ہاتھ میں ایک ہتھیار دے دیں۔ مگر وہ یاد رکھیں۔ کہ ایسے لوگوں کے ذریعہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ایسے لوگ کسی کام نہیں آیا کرتے۔ اب تک جتنے لوگ ہم میں سے نکلے ہیں۔ مثلاً مستری اور مصری پارٹی وغیرہ ان میں سے کتنوں نے ان کو فائدہ دیا ہے۔ یہ بات کہ ہم خود کہدیں۔ کہ فلاں منافق ہے بالکل فضول ہے۔ یہ میں نہیں کر سکتا۔ اس معاملہ میں میں کتنا ہی دلیر کیوں نہ ہوں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تو زیادہ دلیر نہیں ہو سکتا۔ آپؐ نے

مدینہ کے منافقوں کے نام

حذیفہ بن الیمان کو مخفی طور پر بتائے تھے۔ اور صحابہؓ ہمیشہ ان سے پوچھتے رہے۔ مگر انہوں نے ہمیشہ ہی بتانے سے انکار کیا۔ اور یہی کہتے رہے۔ کہ یہ میرے محبوب کا راز ہے۔ جو میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب صحابہ رضؓ نے یہ پتہ لگانا ہوتا۔ کہ کون منافق ہے؟ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔ تو وہ دیکھ لیتے تھے۔ کہ حذیفہ نے اس کا جنازہ موقعہ ملنے کے باوجود پڑھا ہے یا نہیں۔ جس کا جنازہ وہ نہ پڑھتے۔ صحابہ رضؓ بھی نہیں پڑھتے تھے۔

دراصل منافقوں کے نام کا اخفاء ان کے ایمان کی حفاظت کے پیش نظر ہوتا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص آج منافق ہو۔ مگر بعد میں اسکی حالت درست ہو جائے۔

انسان کے دل کی کیفیت

ہمیشہ یکساں نہیں رہتی۔ عین ممکن ہے۔ کہ کوئی منافق بعد میں درست ہو جائے۔ اس لئے ان کے نام کا اظہار مناسب نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ اکثر منافقوں کا علم غیر فریق کو ہوتا ہے۔ اپنوں کو نہیں۔ منافق کے تو معنے ہی یہ ہوتے ہیں۔ کہ ایک جماعت میں شامل رہتے ہوئے اس کے مخالفوں سے پوشیدہ تعلقات رکھے۔ اس لئے ہم میں جو منافق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ ان میں سے اکثر کا پتہ ہمارے دشمن کو ہی ہو سکتا ہے۔ ہمیں کیا ہو سکتا ہے۔

پس اگر وہ منافقین کو چن لیں۔ تو ہم کو ان کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ یہ تو ان کو ہی پتہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انہی سے مخفی تعلقات کا نام تو نفاق ہے۔ بے شک مجھے بعض کا علم ہے۔ مگر شریعت مجھے اسکی اجازت نہیں دیتی۔ کہ ان کی ہدایت کے تمام ذرائع استعمال کئے بغیر ان کے نام کا اظہار کر دوں۔ کیونکہ کئی جو آج منافق ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کل درست ہو جائیں۔ اس لئے اگر مجھے علم ہو۔ تو بھی مجھے ان کے

ناموں کے اظہار کی اجازت نہیں

نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے نام ظاہر کئے۔ نہ صحابہ رضنے۔ اور نہ میں کر سکتا ہوں جب تک کہ وہ خود جماعت کے مقابل پر کھڑے ہو کر ظاہر نہ ہو جائیں۔ میں خود ان کو ظاہر کر کے انہیں مخالفوں کی صف میں کیوں کھڑا کروں؟ اور ان کی ہدایت کے امکانات کیوں ختم کر دوں۔

حدیث میں آتا ہے۔ کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹھے ہوئے ایک شخص کے متعلق ذکر کر رہے تھے۔ کہ وہ ایسا بُرا ہے۔ اس نے یہ خرابی کی۔ یہ کی۔ اتنے میں وہی شخص آگیا۔ آپؐ نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ اسے بٹھایا۔ اور اس سے باتیں کرنے لگے۔ حضرت عائشہ رضنے دریافت کیا۔ کہ یا رسول اللہ آپ بھی ایسا کرتے ہیں۔ ابھی تو آپؐ اسکی مذمت کر رہے تھے۔ اور ابھی اس کا اعزاز کرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اسکی کیا ضرورت ہے۔ کہ میں اس کے شر کو بے موقع ظاہر ہوتے دوں۔ اور اس طرح آپؐ نے بتایا۔ کہ جب تک کسی کے

شر کے اظہار کا وقت

نہ آئے۔ اسے خود ظاہر کر کے دشمن بنا لینا ضروری نہیں۔ ممکن ہے۔ وہ ایمان ہی لے آئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فعل دو وجوہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ نعوذ باللہ من ذالک اس سے ڈرتے تھے۔ کہ یہ مجھے نقصان پہنچائے گا۔ مگر اس قسم کا خیال آپؐ کے متعلق نہیں کیا جا سکتا۔ اور دوسرے اس وجہ سے کہ پیشتر اس کے کہ اس کا شر ظاہر ہو۔ میں اسے دشمنوں کی صف میں کیوں کھڑا کر لوں۔ اور اصل وجہ یہی ہے۔ یہ دراصل رحمت کی وجہ سے ہے اور آپؐ نے جو کچھ کیا۔ اس کے یہی معنے تھے۔ کہ اس کے لئے ہدایت کا دروازہ کھلا رہے۔ اور آپ کا یہی طریق مجھے بھی مجبور کرتا ہے۔ کہ اگر مجھے علم ہو۔ تو بھی میں کسی کا نام ظاہر نہ کروں۔ جب تک کہ یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علم ہو جائے۔ کہ اب اسے ہدایت نہیں ہوگی۔ اور یا پھر وہ خود ظاہر نہ ہو جائے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں۔ کہ مجھے سب کا علم ہو۔ باقی رہا ان کا یہ اعتراض کہ اس سے معلوم ہوا۔ ہماری جماعت میں منافق ہیں۔ اور ان میں نہیں۔ سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ میں فطرتاً

منافقوں کی تلاش

سے معذور ہوں۔ اور وہ فطرتاً منافقوں کی تلاش میں ماہر ہیں۔ ان میں تجسس اور ٹوہ لگانے کی عادت ہے۔ جو مجھ میں نہیں۔ وہ ہمیشہ اس بات کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔ کہ ہم میں سے کمزوروں کا کھوج لگائیں مگر میری طبیعت ایسی ہے۔ کہ میرے پاس ان کے قریب ترین عزیزوں کی چٹھیاں آئیں۔ کہ ہم ان سے بیزار ہیں۔ مگر میں نے ان کو یہی جواب دیا۔ کہ ایمان کو کھیل مت بناؤ۔ ابھی ٹھہرو اور صبر کرو۔ اور

خدا تعالےٰ سے دعائیں

کرو۔ میری فطرت ہی ایسی نہیں۔ کہ میں ایسے توڑ جوڑ کرتا رہوں۔ کہ ان میں سے کون ان کا مخالف ہے۔ اور کون کمزور ہے۔ مگر وہ فطرتاً مجبور ہیں۔ کہ ایسے لوگوں کی ٹوہ میں رہیں۔ اور ان کو اپنے گرد و پیش جمع رکھیں۔ چنانچہ تجربہ اس بات پر گواہ ہے۔ کہ انہوں نے ہمیشہ ان لوگوں کو جو ہماری جماعت سے نکلے۔ اپنے گرد اکٹھا کیا۔ انہوں نے مستریوں کو مدد دی۔ مصریوں کو دی۔ اس پر ان کی جماعت کے ریکارڈ گواہ ہیں۔ گو وہ مُنہ سے اس کا انکار ہی کرتے ہیں۔ مگر ہمارے پاس اس بات کی

قطعی اور یقینی شہادتیں

ہیں۔ کہ وہ ان لوگوں کی امداد کرتے رہے۔ ان کی بغداد کی جماعت کے سیکرٹری نے خود بیان کیا۔ کہ میرے پاس مرکز لاہور سے ان لوگوں کے اشتہار اور ٹریکٹ تقسیم کے لئے آتے رہے ہیں۔ تو وہ ہمیشہ اشاعت کے ذریعہ سے بھی اور روپے سے بھی ان لوگوں کی مدد کرتے رہے ہیں۔ مگر میرا طریق یہ ہے۔ کہ میں ان سے بیزار ہونے والوں کو ہمیشہ یہی نصیحت کرتا رہا ہوں۔ کہ اپنے دین کی اصلاح کی طرف توجہ کرو۔ گالیاں دینے کو مذہب نہ بناؤ۔ ورنہ تمہیں نہ وہاں ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ اور نہ یہاں ہوگی۔ پس یہ بات نہیں۔ کہ منافق ہماری جماعت میں ہی ہیں۔ ان میں نہیں۔ بات صرف یہ ہے۔ کہ ان کی عادت میں یہ بات داخل ہے۔ کہ ہمارے

کمزوروں کی جستجو

کرتے رہتے ہیں۔ مگر ہمارا یہ طریق نہیں۔ اور میں فطرتاً ایسا نہیں کر سکتا۔ پس بورڈ کے انتخاب کا جو طریق وہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ بالکل غیر طبعی ہے۔ اور کوئی معقول انسان اسے قبول نہیں کرے گا۔ وہ کہتے ہیں۔ وہ تین ماہ سے یہ بات پیش کر رہے ہیں۔ اور میں نے کہا ہے۔ قریباً ۲۳ سال سے وہ یہ کہہ رہے ہیں۔ لیکن اگر سو سال بھی کہتے رہیں۔ تو یہ نہیں مانی جا سکتی۔ کہ ہم

عقائد کا فیصلہ کسی بورڈ سے

کرائیں۔ ہاں انتظامی امور کی نگرانی کے لئے بورڈ ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے نمائندے وہ ہوں گے۔ جن کو ہم منتخب کریں۔ اور ان کے وہ جنہیں مولوی محمدؐ علی صاحب یا اور کوئی جسے ان کی انجمن اختیار دے۔ منتخب کریں۔

پس اگر وہ اس طریق پر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں نے اس کا جواب دے دیا ہے۔ وہ چاہیں تو اس طرح کر سکتے ہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ ان کا ہمیشہ سے یہی طریق ہے۔ اور وہ ہمیشہ ایسی تدابیر کرتے رہتے ہیں۔ جس سے دوسروں کو

ہدایت سے محروم

رکھ سکیں۔ مگر مجھے یقین ہے۔ کہ صداقت آخر غالب آ کر رہے گی۔ اور ان کی ساری تدابیر ھباءً ہو کر اللہ تعالیٰ کی روشنی ان کی کمزوریاں کو خود ظاہر کر کے دوسروں کے لئے ہدایت کے سامان کر دیگی۔ اگر مولوی محمدؐ علی صاحب کو سچائی کے اظہار کی ضرورت ہے۔ تو اس سے

بہتر ترکیب

میں نے کئی بار ان کے سامنے پیش کی ہے۔ وہ اسے کیوں اختیار نہیں کرتے۔ میں نے کئی بار کہا ہے۔ کہ صحیح عقائد وہی ہو سکتے ہیں۔ جن کا ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں علی الاعلان اظہار کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں وہ جن عقائد کا اظہار کیا کرتے تھے۔ میں ان کی تحریروں سے نکال کر ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ اور وہ ان کے نیچے لکھ دیں۔ کہ آج بھی میرا عقیدہ یہی ہے۔ اور وہ میری اس زمانہ کی تحریروں سے میرے عقائد نکال دیں۔ اور میں لکھ دوں گا کہ آج بھی میرے عقائد یہی ہیں۔ ہم دونوں مُنہ سے یہی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے عقائد آج بھی وہی ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے پس اس طرح اس زمانہ کی تحریرات سے ہم ایک دوسرے کے عقائد نکال کر پیش کر دیں۔ اور دونوں اپنے اپنے عقائد کے نیچے لکھ دیں۔ کہ آج بھی ہمارے عقائد یہی ہیں۔ اور پھر دونوں کے عقائد کتاب کی صورت میں شائع کر دیئے جائیں۔ اور ساتھ ہی دونوں کی تحریریں بھی چھپ جائیں۔ کہ

ہمارے عقائد آج بھی یہی ہیں

یہ ایسا سادہ طریق ہے۔ کہ نہ ہمیں ان کے آدمی تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ نہ ان کو ہمارے۔ صرف ایک دوسرے کی تحریرات کے اقتباس شائع کر دیئے جائیں۔ ہاں چونکہ یہ ممکن ہے۔ کہ کسی کی تحریر کا کوئی اقتباس ناقص ہو۔ اس لئے ہر فریق کو حق ہوگا۔ کہ وہ مطالبہ کرے۔ کہ میری تحریر کا اقتباس ناقص ہے۔ فلاں حصہ اس کے ساتھ شامل کیا جائے۔ یا فلاں دوسری جگہ پر میرے اسی کلام کی شرح موجود ہے۔ اسے شامل کیا جائے۔ اس کا یہ مطالبہ پورا کیا جائیگا (ان تشریحی عبارتوں کے لئے بھی یہ شرط ہوگی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی شائع شدہ ہوں) اس طرح کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ ان کو حق ہوگا۔ کہ ان کی کسی تحریر کا حل اگر کسی دوسری جگہ موجود ہو۔ تو اس کے ساتھ شامل کرنے کا وہ مطالبہ کریں۔ اور اسی طرح میری کسی تحریر کا حل اگر دوسری جگہ ہو۔ تو میرا حق ہوگا۔ کہ اس کے ساتھ شامل کرنے کا میں مطالبہ کروں۔ اور یہ حل بھی ساتھ شامل کر لئے جائیں۔ یہ

ایک آسان طریق

ہے۔ کہ نہ بورڈ مقرر کرنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ مناظروں کی۔ صرف دونوں فریق کی وہ تحریرات جو زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہیں۔ اکٹھی شائع کر دی جائیں۔ اور دونوں ان پر لکھ دیں۔ کہ آج بھی ہمارے عقائد یہی ہیں۔ اس کے بعد دنیا خود فیصلہ کرے گی۔ کہ اس زمانہ میں میرے عقائد اور تھے۔ یا مولوی محمد علی صاحب کے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے گا۔ کہ میں نے اب اپنے عقائد بگاڑ لئے ہیں۔ تو میرا اثر جاتا رہے گا۔ اور اگر یہ ثابت ہوگا۔ کہ ان کے عقائد اس زمانہ میں اور تھے۔ تو ان کے ساتھیوں کے لئے یہ بات ہدایت کا موجب ہو جائے گی۔ اور وہ یہ سمجھ جائیں گے۔ کہ

مولوی محمدؐ علی صاحب کے زمانہ صحابیت کے عقائد

اور تھے۔ اور آج اور ہیں۔ یہ نہایت آسان طریق ہے۔ اور بہترین طریق ہے۔ اگر وہ اس پر متفق ہوں۔ تو فیصلہ نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مباحثہ ہوگا۔ جو گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت ساتھ رکھتا ہوگا۔ باقی رہا جزئیات یا تفاصیل کا سوال کہ اس وقت کسی حوالہ کا علم نہ تھا۔ اور وہ اب ملا ہے۔ یا کہ اس وقت کسی لفظ کے معنی متحقق نہ تھے۔ جواب ہوئے ہیں۔ یہ غیر ضروری چیزیں ہیں۔ اصل سوال عقیدہ کا ہے۔ کہ اس وقت کیا تھا۔

میرا عقیدہ

ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام امتی نبی ہیں جس کے معنے ہیں۔ کہ وہ نبی بھی ہیں۔ اور ساتھ ہی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتی بھی اور وہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام امتی نبی ہیں۔ ان معنوں میں کہ وہ امتی تو ہیں۔ مگر نبی نہیں ہیں۔ میں ان کی تحریروں سے یہ نکال دونگا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور وہ میری تحریروں سے نکال دیں۔ کہ اس زمانہ میں میرا عقیدہ کیا تھا۔ اور اسی طرح فیصلہ نہایت آسان ہو جائیگا۔ پچیس سال سے یہ جھگڑا چل رہا ہے۔ لیکن اگر مولوی صاحب میری اس تجویز پر عمل کریں۔ تو فیصلہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اس آسان طریق کو ماننے کو بھی تیار نہ ہوں۔ تو ان کی مرضی۔ زمانہ خود ہی صداقت پر سے پردہ اٹھاتا جائے گا۔

اس بارہ میں

ایک لطیفہ

بھی میں بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب کے ساتھیوں میں سے ایک معزز نوجوان اس مجلس شوریٰ کے موقعہ پر یا شاید جلسہ سالانہ پر قادیان آئے۔ تو چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے ان کے سامنے چند حوالے پڑھنے شروع کئے۔ کہ یہ ہمارے عقائد ہیں۔ اور وہ حوالے سنا کر انہوں نے بتایا۔ کہ یہ مولوی محمد علی صاحب کی تحریروں کے اقتباس ہیں۔ تو وہ کہنے لگے۔ ہمیں تو مولوی صاحب نے کبھی نہیں یہ بتایا۔ کہ پہلے ان کے عقائد یہ تھے۔ پس

فیصلہ کا آسان طریق

یہی ہے۔ کہ میں ان کی تحریروں کے وہ حوالے پیش کر دیتا ہوں۔ جن سے ظاہر ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی سمجھتے تھے۔ اور وہ میرے ایسے حوالے پیش کر دیں۔ جن سے ان کے نزدیک یہ نکلتا ہے۔ کہ میں اس زمانہ میں آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا۔ اور پھر اگر اس زمانہ کی بعض تحریروں سے ان حوالہ جات پر کوئی ایسی روشنی پڑتی ہو۔ جو مصنف کے نزدیک اس کے صحیح عقیدہ کو ظاہر کر رہی ہو۔ تو اس کے مطالبہ پر اسے بھی ان اقتباسات کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔ پھر دونوں کے حوالہ جات کو بصورت کتاب چھاپ دیا جائے۔ دنیا خود فیصلہ کر لیگی کہ کون حق پر ہے۔ اور کون نہیں۔

ہفتہ بھر کی خبروں کا انتخاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برلن۔ ۱۹ رجولائی کو ہٹلر نے ریشٹاگ میں تقریر کرتے ہوئے معاہدہ ورسیلز پر حملہ کیا۔ اور برطانیہ اور فرانس پر الزام لگایا۔ کہ وہ اس معاہدہ پر اصرار کر رہے ہیں۔ ہٹلر نے دھمکی دی۔ کہ اگر برطانوی لوگوں نے اس کے مطالبات کو نہ سنا۔ تو وہ لنڈن انگلستان اور برطانوی سلطنت کو تباہ کر دے گا۔ ہٹلر نے کہا۔ کہ میں آخری بار معقولیت کے نام پر اپیل کرنا چاہتا ہوں۔ نیشنل سوشلسٹ تحریک کا پروگرام جہانتک اس کا دنیا کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ ہے۔ کہ معاہدہ ورسیلز کو منسوخ کر دیا جائے۔ یہ خیال کہ فرانس اور برطانیہ کا تمدن دنیا کی راہنمائی کر سکتا ہے۔ یہ دعویٰ کرنے والوں کی بے عملی اور کوتاہی سے ڈھونگ ثابت ہو چکا ہے۔ جرمنی کے تمام مطالبات کو برطانوی اور فرانسیسی خواہشات کے خلاف پورا کیا جائے گا۔ ہٹلر نے مزید کہا۔ میں رحم کے لئے اپیل نہیں کر رہا۔ بلکہ ایک فاتح کی حیثیت سے بول رہا ہوں۔ میں اس بات کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ کہ موجودہ جنگ جاری رکھی جائے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس جنگ کو جس میں لاکھوں جانیں تباہ ہوں گی۔ ختم کر دیا جائے۔ بہت ممکن ہے۔ کہ مسٹر چرچل ایک بار پھر میرے اس بیان کو پڑھ کر نظر انداز کر دیں۔ کہ یہ ہمارے خدشہ کا یا فتح کے متعلق ہمارے شبہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن ایسی صورت میں آنے والے واقعات کا میں صاف ضمیر سے سامنا کر سکوں گا۔

لنڈن ۱۹ رجولائی۔ رائٹر کے سیاسی نامہ نگار کا بیان ہے۔ کہ باوثوق حلقوں میں ہٹلر کی تقریر کو ہر لحاظ سے بے معنی۔ بے قاعدہ اور خشک خیال کیا جاتا ہے۔ اس میں بجز اس کے کچھ نہیں۔ کہ گالیاں دی گئی ہیں۔ اور وزیر اعظم کو کوسا گیا ہے۔ یہ تقریر اس قابل نہیں۔ کہ اس کی طرف توجہ دی جائے۔

لنڈن ۲۰ رجولائی۔ ہٹلر کی تقریر کے متعلق ذمہ دار سرکاری حلقوں کا بیان ہے۔ کہ برطانیہ ہٹلر کے حملے کا جواب دینے کے لئے تیار ہے۔ وہ چاہے۔ تو دیکھ لے۔ برطانوی گورنمنٹ اسکی تقریر کا جواب فی الحال نہیں دینا چاہتی۔ کیونکہ اس نے اپنی پالیسی کا اعلان پچھلے ہفتہ پارلیمنٹ میں کر دیا تھا۔ مگر بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مسٹر چرچل مزید اعلان بھی کرنے والے ہیں۔

لنڈن۔ ۲۰ رجولائی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ہٹلر نے بحر اوقیانوس۔ رودبار انگلستان اور بحیرہ شمالی میں برسٹ سے واشنڈھم تک حملہ کے لئے چھ لاکھ فوج جمع کر دی ہے۔ ہر قسم کے سینکڑوں جہاز مزید براں ہیں۔ اس بیڑے کے ہمراہ انجن بوٹ آب دوز کشتیاں اور جنگی ہوائی جہاز ہوں گے۔

لاہور۔ ۲۰ رجولائی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے مجسٹریٹوں کے نام ایک سرکلر بھیجا ہے۔ جس کی رو سے عدالتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ آئندہ مقدمات کی سماعت کے دوران میں اور عدالت کی طرف سے خط وکتابت میں لفظ "تم" کی بجائے "آپ" استعمال کیا جائے۔ ان ہدایات کا اطلاق گواہوں۔ اور دوسرے اصحاب کے علاوہ ملزموں کے کیس میں بھی ہوگا۔

لکھنؤ۔ ۲۰ رجولائی۔ ایک جوہری نے پولیس میں رپورٹ دی ہے۔ کہ اس نے ایک بیمہ شدہ پارسل میں سونے کے ۱۱۲ ٹکڑے وزنی ۱۵۷ تولہ قیمتی تئیس ہزار روپیہ بمبئی بھیجے تھے۔ لیکن بمبئی کے جوہری کو پارسل کھولنے پر سونے کی بجائے لوہے کے ٹکڑے ملے۔

برلن۔ ۲۳ رجولائی معلوم ہوا ہے۔ کہ روس اور جرمنی کے تعلقات کشیدہ ہو رہے ہیں۔ جرمنی کی خواہش ہے۔ کہ فن لینڈ اسے نعلیج باتھینیا کے ہوائی اڈوں کے استعمال کی اجازت دیدے۔ مگر فن لینڈ نے روس کی شہ پر اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے چنانچہ ہٹلر اب سخت برافروختہ ہو رہا ہے۔

لنڈن ۲۳ رجولائی۔ آج دار العوام میں ضمنی بجٹ پیش کرتے ہوئے وزیر خزانہ نے کہا۔ کہ سال رواں میں جنگ پر دو ارب ۸۰ لاکھ پونڈ کے خرچ کا اندازہ ہے۔ پہلے اندازہ تھا۔ کہ چار کروڑ پونڈ فی ہفتہ خرچ ہوگا۔ مگر ہوتا پانچ کروڑ ستر لاکھ پونڈ رہا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے معمولی مزدوروں کی آمد پر بھی جو وہ ہفتہ وار وصول کرتے ہیں۔ ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ شراب۔ تمباکو اور تفریحات پر ٹیکس بڑھا دیا گیا ہے۔

لنڈن۔ ۲۳ رجولائی۔ برطانیہ کے بحری محکمہ نے اعلان کیا ہے۔ کہ جنگ شروع ہونے پر اس کے پاس ۱۷۵ تباہ کن جہاز تھے۔ اور اب ۱۸۳ ہیں۔ آئندہ ماہ میں مزید ایک لاکھ ٹن کے جہاز تیار کئے جائیں گے۔

قاہرہ ۲۳ رجولائی معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک برطانوی آبدوز نے اٹلی کے پانچ جہاز یکے بعد دیگرے غرق کر دیئے۔ جو سپین کی ایک بندرگاہ سے اٹلی آ رہے تھے۔ اس وقت تک اٹلی کی چودہ آبدوزیں بحیرہ روم میں غرق کی جا چکی ہیں۔ اطالوی جہازوں نے فی الحال اپنی بندرگاہوں سے باہر آنا ملتوی کر دیا ہے۔

لنڈن۔ ۲۴ رجولائی۔ برطانیہ کی ایک ہوائی کشتی نے ایک اطالوی تجارتی قافلہ پر بحیرہ روم میں بم برسا کر دو جہازوں کو سخت نقصان پہنچایا۔

نیویارک ۲۴ رجولائی۔ یہاں برطانوی نمائندوں اور امریکہ کے ذمہ دار افسروں کی کانفرنس میں اس سوال پر غور ہوا۔ کہ برطانیہ کو ہوائی جہاز مہیا کرنے کی رفتار کو کس طرح تیز کیا جا سکتا ہے۔ امریکن نمائندوں کی رائے تھی۔ کہ برطانیہ کو زیادہ سے زیادہ مدد دی جا سکے۔

رنگون۔ ۲۱ رجولائی۔ برما میں ایک لاکھ پونڈ سے زیادہ رقم لڑائی میں امداد دینے کے لئے جمع ہو گئی ہے۔

شملہ ۲۴ رجولائی۔ ہفتہ کے روز حکومت ہند کے لاء اور سپلائی ممبر آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب بمبئی جائیں گے۔ اور پھر وہاں سے بنگلور۔ میسور اور اوٹاکمانڈ بھی جائیں گے۔

مفت } اگر آپ کے پیارے بچے کو گھنڈی پڑ گئی ہو۔ ہرے پیلے دست آتے ہوں۔ بچہ دودھ الٹ دیتا ہو۔ تالو نرم پڑ گیا ہو۔ کان تپتے پڑ گئے ہوں۔ گردن سوکھ گئی ہو۔ بچہ نہایت کمزور اور نڈھال ہو گیا ہو۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کی کوششیں لاحاصل ہو رہی ہوں۔ تو **انڈین پوڈر** کی صرف دو تین خوراکیں بچہ کو دے کر خدا کی قدرت کا ملاحظہ کریں۔ قیمت ایک روپیہ۔ نمونہ ارکاٹکٹ آنے پر مفت۔ **ریسٹوریں**۔ طاقت اور امساک پیدا کرنے کی حیرت انگیز دوا ہے۔ قیمت دو روپیہ۔ **پتہ:۔ ریسٹورین لیباریٹری قادیان۔ پنجاب۔**

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نورالدین اعظم رضؓ کے مجرب نسخہ جات آپ کے شاگرد کی دکان سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حبّ اٹھرا رجسٹرڈ

اسقاط حمل کا مجرّب علاج ہے

جن کے حمل گر جاتے ہیں۔ یا مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا ہو کر فوت ہو جاتے ہیں۔ اکثر ان بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ سبز نیلے دست۔ قے۔ ہچکی۔ درد پسلی یا نمونیہ ام الصبیان پرچھاواں یا سوکھا۔ بدن پر پھوڑے۔ پھنسی۔ چھالے۔ خون کے دھبے پڑنا۔ دیکھنے میں بچہ موٹا۔ تازہ خوبصورت معلوم ہونا۔ بیماری کے معمولی صدمہ سے جان دے دینا۔ اکثر لڑکیاں پیدا ہونا۔ لڑکیوں کا زندہ رہنا۔ لڑکے فوت ہو جانا اس مرض کو طبیب اٹھرا اور اسقاط حمل کہتے ہیں۔ اس موذی بیماری نے کروڑوں خاندان بے چراغ کر دیئے ہیں۔ جو ہمیشہ ننھے بچوں کے منہ دیکھنے کو ترستے رہے۔ اور اپنی قیمتی جائیدادیں غیروں کے سپرد کر کے ہمیشہ کے لئے بے اولادی کا داغ لے گئے۔ حکیم نظام جان اینڈ سنز شاگرد حضرت قبلہ مولوی نورالدین صاحب رضؓ طبیب سرکار جموں و کشمیر نے آپ کے ارشاد سے ۱۹۱۰ء میں دواخانہ ہذا قائم کیا۔ اور اٹھرا کا مجرب علاج حب اٹھرا رجسٹرڈ کا اشتہار دیا۔ تاکہ خلق خدا فائدہ حاصل کرے۔ اس کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت تندرست اور اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ اٹھرا کے مریضوں کو حب اٹھرا رجسٹرڈ کے استعمال میں دیر کرنا گناہ ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ مکمل خوراک گیارہ تولہ یکدم منگوانے پر گیارہ روپے علاوہ محصول ڈاک

حبّ مفید النساء } یہ گولیاں عورتوں کی مشکلکشا ہیں۔ ان کے استعمال سے ایام ماہواری کی بے قاعدگی کم آنا۔ زیادہ آنا۔ نلوں کا درد۔ کولہوں کا درد۔ متلی۔ قے۔ چہرہ کی بے رونقی چہرہ کی چھائیاں ہاتھ پاؤں کی جلن۔ اولاد کا نہ ہونا وغیرہ سب امراض دور ہو جاتے ہیں۔ اور بفضل خدا اولاد کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ قیمت ایک ماہ کی خوراک (ععہ)

سرمہ نور العین } حضرت مولانا قبلہ استاذی طبیب حضرت نورالدین اعظم رضؓ کا امراض ذیل کا مجرب علاج ہے۔ دھند۔ جالا۔ ککرے۔ آشوب چشم خارش۔ ناخنہ۔ ابتدائی موتیا بند۔ ضعف بصر۔ دکھتی آنکھ کے لئے بے نظیر ہے۔ لیس دار پانی کا خاتمہ کرتا ہے۔ پلکوں کی موٹائی کو درست کرتا ہے۔ اور آنکھ کی گلی سڑی پلکوں کو اصلی حالت پر لاتا ہے۔ گرے ہوئے بالوں کو از سر نو پیدا کر کے خوبصورت و مزین بناتا ہے۔ حضور آخری عمر تک اس کو خود بھی استعمال فرماتے اور اس کے فوائد کی تعریف فرماتے تھے۔ یہ سرمہ آنے والی بیماریوں کو روکتا اور نظر کو تیز کرتا ہے۔ قیمت فی تولہ عہ

سرمہ زنگاری } یہی وہ پہلا سرمہ ہے۔ جس کو حضور استاذی ام طبیب شاہی حضرت مولوی نورالدین اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تیار کیا۔ اور طب کا آغاز بھی اسی سے کیا۔ آپ رضؓ فرماتے تھے۔ کہ میں نے اس سرمہ کو تیار کر کے مسجد کے نمازی لوگوں کی آنکھوں میں ڈالا۔ نہایت ہی مفید و بابرکت ثابت ہوا۔ اور یہی سرمہ ہماری طب کا اشتہار بنا۔ یہ ایسا اکسیر ہے۔ کہ اس کا استعمال ان بیماریوں کا شرطیہ علاج ہے۔ ککرے دھند۔ جالا۔ پھولا۔ ناخنہ۔ سلاق یعنی آنکھوں سے پانی بہنا۔ پلکوں کا گل جانا۔ پلکیں موٹی۔ سرخ ہو جانا۔ بالوں کا پلکوں سے گر جانا۔ گوہانجنی وغیرہ امراض کے لئے از حد مفید ہو چکا ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ۔

(آرڈر دیتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں)

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کا ارشاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لالہ ملاوامل صاحب حکیم قادیان کو اکثر احباب جانتے ہیں۔ ان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قدیمانہ تعلق رہا ہے۔ انہوں نے بعض ادویہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت خلیفہ اولؓ کے نسخوں کے مطابق تیار کی ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے ان ادویہ کے متعلق سفارش کی خواہش کی ہے۔ سو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے منشا کے مطابق یہ سفارش فاروق میں شائع کی جاتی ہے۔ کہ حاجتمند احباب لالہ ملاوامل صاحب قادیان سے ان کی تیار کردہ ادویہ خرید کر فائدہ اٹھائیں۔ والسلام۔

(خاکسار پرائیویٹ سیکرٹری)

چند نہایت مفید اور مجرّب ادویہ

معجون مبارک } جو دماغ اور بصارت کے لئے از حد مفید ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب ہمیشہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ قیمت اڑھائی روپیہ فی سیر۔

سفوف نور } جو ابتدائے نزول الماء میں نہایت موثر ہے۔ اور ویسے بھی نظر کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت پندرہ خوراک سوا روپیہ۔

معجون دلشاد } باہمہ صفت موصوف۔ جیسی نیت ویسی مراد۔ نئی طاقت۔ اعصابی کمزوری دل و دماغ معدہ۔ جگر کو بہت مفید ہے۔ چستی۔ پھرتی۔ خوشی فوراً حاصل ہوتی ہے۔ نیز اختناق الرحم کا عمدہ علاج ہے۔ ہر انسان حسب منشاء فائدہ اٹھائے گا۔ پندرہ خوراک وزنی ۱۰ تولہ قیمت تین روپے۔

سفوف نشاط } یہ ایک بہت مفرح اور مقوی دوا ہے۔ استعمال سے پہلے اپنا وزن کرلو۔ دو ہفتہ بعد دیکھو۔ کہ وزن میں پہلے کی نسبت کتنا اضافہ ہوا۔ صحت کی خرابی یا بے اعتدالی سے مقصد میں کمی آچکی ہو۔ اسکی تلافی اس سفوف کا کرشمہ ہے۔ اور جائز طور پر حبس امساک کی ضرورت ہے۔ وہ اس سے یقیناً حاصل ہو جاتی ہے۔ جہاں پہلے پژمردگی اور مایوسی تھی۔ وہاں بارونق و خوشنما چہرہ دکھائی دے گا۔ پرہیز شرط ہے۔ قیمت پندرہ خوراک اڑھائی روپیہ۔

معجون روشن دماغ } یہ دوائی ذہن کو بہت تیز کرتی ہے۔ اور کند ذہن اور کمزور دماغ لوگوں کے لئے خاص چیز ہے۔ طلباء اور دوسرے حاجتمند یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت پندرہ خوراک ۱۲ر تفصیلات کے لئے مفصل اشتہار منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔

اکسیر بواسیر } یہ نسخہ بواسیر ایک سنیاسی مہاتما کا فرمودہ ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے شاہی حکیم جناب مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اس نسخہ کو بہت پسند فرمایا تھا۔ فی الواقعہ ہر قسم کی بواسیر کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ سینکڑوں اصحاب اس سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ نیز جو بچے پھوڑے۔ پھنسیاں خرابی خون اپنے ساتھ ہی لاتے ہیں۔ ان کی ماناؤں کو چاہیئے۔ کہ امید کے دنوں میں دو تین مرتبہ اس دوائی کا استعمال کرائیں۔ قیمت پندرہ خوراک عہ نوٹ مذکورہ بالا ادویات ہر موسم میں قابل استعمال ہیں۔ علاوہ ازیں مرکبات مثلاً جوارش جالینوس و اطریفل زمانی وغیرہ و عرقیات و خشک ادویات عمدہ مل سکتی ہیں۔

(آرڈر دیتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں)

المشتہر حکیم نظام جان شاگرد حضرت خلیفہ اول دواخانہ معین الصحت قادیان — المشتہر:- لالہ ملاوامل حکیم بڑا بازار قادیان

(... پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ صاحب مولوی فاضل پرنٹر چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)